اخلاق و معنویت

مصنف
آیت اللہ العظمی سید علی خامنہ ای

یہ کتاب برقی شکل میں نشرہوئی ہے اور شبکہ الامامین الحسنین (علیہما السلام) کے گروہ علمی کی نگرانی میں تنظیم ہوئی ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اخلاق و معنویت

آیت اللہ العظمیٰ سید علي خامنہ اي حفظہ اللہ

کي نگاہ میں

ناشر:

نشر ولایت پاکستان

مرکز حفظ و نشر آثار ولایت

فصل اول:

تقويٰ

تقوي کے معني

تقوي کے معني يہ ہيں کہ خداوند عالم نے انسان پر جن امور کو فرض کيا ہے انسان انھيں انجام دے يعني واجبات کو ادا کرے اور محرمات سے پرہيز کرے ۔ يہ تقوي کا پہلا مرتبہ ہے ۔تقوي ايک ايسي صفت ہے کہ اگر کسي قوم کے دل ميں گھر کر لے تو اس صورت ميں وہ قوم اس مضبوط قلعے کي مانند ہو جاتي ہے جس ميں کوئي داخل نہيں ہو سکتا ۔

عام طور پر جب تقوي کا تصور ذہن ميں آتا ہے تو ساتھ ساتھ نماز ، روزہ ، عبادت ، دعا وغيرہ کي تصوير بھي ابھر آتي ہے ۔ صحيح ہے کہ يہ تمام مذکورہ امور تقوي کے دائرے ميں آتے ہيں ليکن انھي کو تقوي سمجھنا صحيح نہيں ہے۔ تقوي يعني اپنے امور کي نگہداري کرنا يعني اگر انسان کوئي فعل انجام دے رہا ہو تو جانتا ہو کہ کيا کر رہا ہے ۔ اگر کسي فعل کو انجام دے تو اپنے ارادے ، فکر اور حسن انتخاب سے انجام دے ۔ بالکل اس طرح جس طرح کوئي گھوڑ سوار گھوڑے پر سواري کرتے وقت اپني منزل اور مقصد سے آگاہ ہوتا ہے ۔

تقوي کيا ہے اور اس کو زندگي کے مختلف گوشوں ميں کس طرح رچايا ۔ بسايا جا سکتا ہے ؟ تقوي سے مراد يہ ہے کہ گناہ ، خطا ، صراط مستقيم سے انحراف ، ہوي و ہوس سے اجتناب کيا جائے اور خدا کي طرف سے عائد شدہ احکام پر عمل پيرا رہا جائے ۔ زندگي کے تمام مختلف شعبوں ميں اسي وقت کامياب اور سرفراز ہو ا جا سکتا ہے جب باتقوي زندگي گذاري جائے۔ تقوي ہر کاميابي کا راستہ اور ضمانت ہے ۔ تقوي فقط دين سے مربوط نہيں ہے ليکن اتنا ضرور ہے کہ ديني تقوي ، واضح اور روشن ہے ۔

اس بچے سے لے کر جو ابھي تحصيل علم کر رہا ہے ، اس خاتون تک جو امور خانہ داري انجام دے رہي ہے ، سبھي کو باتقوي ہونا چاہيے تاکہ سب راہ مستقيم اختيار کر سکيں اور اپني منزل مقصود تک پہنچ سکيں ۔ ايک نوجوان اپنے آس پاس کے مخصوص ماحول اور معاشرے ميں تقوي کے بغير اپنے تحصيل علم کے ہدف تک رسائي حاصل نہيں کر سکتا ۔ اس نوجوان کو چاہيے کہ غلطيوں اور ہوي و ہوس اور ان تمام سرگرميوں سے اجتناب کرے جو اس کو اس کے ہدف تک پہنچنے سے روکتي ہوں ۔يہي اس کا تقوي ہے ۔ اس طرح گمراہي ميں ڈوبے ہوئے ايک عورت اور گھر کے باہر ايک مرد پر بھي يہي کليہ اور قانون جاري ہے ۔

ایک مومن اگر چاہتا ہے کہ راہ خدا اور صراط مستقیم کا سفر طے کرے تو اس کے لئے لازم ہے کہ تقوي اختیار کرے ۔یہي وہ راستہ ہے جس پر چل کر وہ خوشنودي خدا اور نورانیت الہي سے مستفید ہو سکتا ہے اور ساتھ ہي ساتھ معنویت کے اعلي مراحل بھي طے کر سکتا ہے نیز دین خدا کي سربراہي تک رسائي بھي حاصل کر سکتا ہے ۔

متقین کي عاقبت

''اتقوا '' قرآن کریم کا حکم ہے ۔یہي وہ تقوي ہے جس کے ذریعے تمام امور تک دسترسي حاصل کي جا سکتي ہے ۔ اگر قرآن کریم کے اس مذکورہ حکم پر غور کیا جائے تو تمام عقلي استدلال اور براہین کو عام فہم زبان میں بیان کیا جا سکتا ہے حتي مسائل غیبي اور ماورائے فطرت و طبیعت امور کو بھي عوام کے لئے واضح کیا جا سکتا ہے ۔

تقوي کا ماحصل یہ ہے کہ کوئي بھي شخص یا معاشرہ اگر تقوي اختیار کر لے تو پھر بھي میدان میں داخل ہو جانے پر اس میدان کو سر کر لے گا ۔ ''والعاقبة للمتقین ''۔ اس عظیم تاریخي اور کائناتي سفر کا سر انجام متقین پر ہونے والا ہے ۔ دنیا و آخرت دونوں متقین سے متعلق ہیں ۔ امام خمیني ٢ اگر متقي نہ ہوتے تو کسي بھي قیمت پر اپني شخصیت کو ہزارہا دوسرے افراد کے لئے محور قرار نہیں دے سکتے تھے اور نہ ہي انقلاب لا سکتے تھے ۔ یہ تقوي ہي تھا جس نے انھیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے زندہ جاوید بنا دیا ہے ۔

تقوي ،زندگي کے تمام شعبوں میں موثر ہے

تقوي کي خصوصیت یہ ہے کہ یہ زندگي کے تمام شعبوں میں موثر ہوتا ہے ۔ قرآن مجید میں بارہا تقوي سے متعلق تذکرہ ہوا ہے ۔ یہ سب اس لئے نہیں ہے کہ انسان اس دنیا سے چلا جائے تو خداوند عالم اجر و ثواب عنایت کرے گا ، بلکہ تقوي اس دنیا کے لئے نعمت شمار کیا گیا ہے ۔ اگر ہماري موجودہ زندگي کا انجام بخیر و خوبي ہو گیا تو اس پر ہماري آخرت کا بھي انحصار ہے ۔ تقوي کا نہ ہونا اس بات کا سبب بن جاتا ہے کہ انسان غفلت اور کوتاہي کا شکار ہو جائے اور یہ غفلت و کوتاہي انسان کو اوندھے منہ زمین پر پٹخ دیتي ہے ۔

تقوي کے ذریعے انسان صراط مستقیم پر باقي رہ سکتا ہے

حضرت علي فرماتے ہیں ''اوصیکم عباد ا بتقوي ا '' اے بندگان خدا ! میں تمہیں تقوائے الہي کي وصیت کرتا ہوں۔ '' و اغتنام طاعتہ '' اور وصیت کرتا ہوں کہ اطاعت خدا کو غنیمت شمار کرو ۔ ''ما استطعتم ''جس حد تک کہ تمہارے اندر قدرت و

توانائي ہو۔ ''في هذه الايام الخالية الفانية'' اس جلدي گزرنے والي فاني دنيا ميں جتنا ممکن ہو اطاعت خدا کرو۔ ''و اعداد العمل الصالح الجليل يشفي به عليكم الموت'' اور عمل صالح کے ذريعہ ان تمام مشکلات و مصائب کا سد باب کرو کہ جنھيں موت تمہارے اوپر طاري کردے گي۔

موت کي سختيوں اور مشکلات کا اندازہ صرف اس بات سے لگايا جا سکتا ہے کہ اوليائے خدا اور بزرگان دين موت سے مقابلے کے خوف سے لرزہ بر اندام ہو جاتے تھے۔ موت کے بعد عالم برزخ کے حوادث علمائ اور اوليائ کہ جو کسي حدتک ان حوادث و مصائب کي سختيوں کا آشنا ہوتے ہيں کو لرزا کر رکھ ديتے تھے۔ ان مشکلات اور سختيوں سے مقابلے کي فقط ايک ہي راہ ہے اور وہ ہے عمل صالح۔ ''و امركم بالرفض لهذه الدنيا التاركة لكم'' فرماتے ہيں کہ ميں تمہيں حکم ديتا ہوں کہ اس دنيا کي رنگينياں اور آتي جاتي خوشياں جو تمہيں ايک دن چھوڑ جائيں گي، کو ابھي سے خير باد کہہ دو۔ حد سے بڑھ کر ماديات دنيا کي طرف مت بھاگو کيونکہ ''الزائلة عنكم'' يہ سب چلي جانے والي ہيں۔ ''و ان لم تكونوا تحبون تركها'' در حاليکہ تم نہيں چاہتے کہ يہ مال اور عيش و عشرت تمہيں چھوڑ کر کہيں اور چلا جائے حالانکہ يہ ہو کر رہے گا۔ ''والمبلية لاجسادكم و ان احببتم تجديدها'' يہ دنيا تمہارے جسموں کو خاک ميں ملا کر نيست و نابود کردے گي اگرچہ تم يہي چاہتے ہو کہ دوبارہ زندہ ہو جائيں۔ ''فانما مثلكم كركب سلكوا سبيلاً فكانهم قد قطعوا و افضوا الي علم فكانهم قد بلغوه'' تم ايک راستہ پر تيزي کے ساتھ آگے بڑھے جا رہے ہو کہ تمہيں دور کسي ايک نشانے تک پہنچنا ہے ليکن تم اس نشانے کو ابھي واضح اور روشن طور پر نہيں ديکھ پا رہے ہو۔ ايک وقت وہ بھي آئے گا کہ جب تم خواہ نخواہ اس تک پہنچ جاو گے۔ يہ راستہ، يہي فاني دنيا ہے۔ اور وہ نشانہ اور منزل وہي موت اور اجل ہے جس کو آنا ہي آنا ہے ''فلا تنافسوا في عز الدنيا و فخرها'' اس دنيا کي ظاہري عزت اور جاہ و جلال کے لئے ايک دوسرے سے حسد نہ کرو اور جھگڑا نہ کرو۔ ''ولا تجزعوا من ضراعها وبوسها'' دنيا کي ان مختصر سي سختيوں وارپريشانيوں سے تھکان اور خستگي محسوس نہ کرو۔ ''فان عز الدنيا و فخرها الي انقطاع'' دنيا کي عزت اور فخر و حشمت ختم ہو جانے والا ہے۔ ''و ان زينتها و نعيمها اليارتجاع'' زيبائي و خوبصورتي اور يہ نعمتيں گذر جانے والي ہيں۔ يہ جواني، حسن اور خوبصورتي بڑھاپے اور بد صورتي ميں تبديل ہو جائيں گي۔ ''و ان ضراعها وبوسها الي نفاذ'' اور يہ سختياں اور پريشانياں بھي ختم ہو جائيں گي۔ ''و كل مدة منها الي منتها'' اس کائنات کا يہ زمان و مکان رو بہ زوال اور ختم ہو جانے والا ہے۔ ''و كل حي فنيها الي بلي'' تمام جانداران موت کي آغوش ميں سو جانے والے ہيں۔

يہ جملے اس ذات با برکت کي زبان مبارک سے جاري ہوئے ہيں جس کا نام علي ہے۔ وہي علي جو اپنے ہاتھوں سے کھيتي کرتے تھے اور کنويں کھودتے تھے۔ يہ جملے اس وقت کہے ہيں جب آپ حکومت فرما رہے تھے۔ دنيا کے ايک بڑے حصے پر آپ کي حکومت تھي۔ آپ نے جنگيں بھي لڑي ہيں، صلح بھي کي ہے، سياست بھي کي ہے، بيت المال بھي آپ کي نگراني ميں تقسيم ہوتا تھا۔ ان سب کے باوجود بھي آپ متقي تھے۔ لہذا تقوي کا مطلب يہ نہيں ہے کہ دنيا سے قطع تعلق کرديا جائے۔ تقوي سے مراد يہ

ہے کہ انسان اپني ذات کو تمام دنياوي اور مادي امور کا محور قرار نہ دے ، اپني خاطر اپني تمام قوتوں اور صلاحيتوں کو صرف نہ کرے ، اپني زندگي کے لئے دنيا کو جہنم نہ بنائے، مال ، عيش و عشرت اور آرام و سکون کي خاطر دوسرے ہزارہا افرادکي زندگيوں کا سودا نہ کرے .....۔

تقوي يعني يہ کہ اپني ذات سے صادر ہونے والے تمام امور پر سخت نظر رکھي جائے ۔کوئي بھي قدم اٹھايا يا فيصلہ ليا جائے تو يہ خيال مدنظر رہے کہ کہيں اس سے خود يا دوسرے افراد يا معاشرے کو نقصان تو نہيں پہنچ رہا ہے ۔

تقوي تمام برکات کا سرچشمہ ہے

اگر کوئي فرد يا قوم باتقوي ہو جائے تو تمام خيروبرکات دنيا و آخرت اس فرد يا قوم کا خاصہ ہو جائيں گي ۔ تقوي کا ما حصل فقط يہ نہيں ہے کہ رضائے خدا حاصل کر لي جائے يا جنت کا دروازہ اپنے اوپر کھول ليا جائے بلکہ تقوي کا فائدہ اس دنيا ميں بھي حاصل کيا جا سکتا ہے ۔باتقوي معاشرہ اس دنيا ميں بھي خدا کي نعمتوں سے لطف اندوز ہو سکتا ہے ۔ تقوي کے ذريعے دنياوي عزت کے ساتھ ساتھ امور دنيا سے متعلق علم بھي خدا وند عالم کي جانب سے عنايت کر ديا جاتا ہے ۔ باتقوي معاشرہ کي خاصيت يہ ہوتي ہے کہ ايسے معاشرے کي فضا سالم ، محبت آميز اور حسد و نفاق و تعصاب سے پاک ہوتي ہے ۔

تقوي کے ذريعے ہي قدرت خدا کا حصول ہو سکتا ہے

ايمان، تقوي اور عمل صالح اس بات کي ضمانت ہيں کہ تمام قدرت خدا ، نعمات الٰہي اور ساري کائنات پر دسترسي حاصل کي جا سکتي ہے ۔ دشمن کسي بھي ميدان سے ، کسي بھي صورت ميں حملہ کر دے ، ايک باتقوي قوم کا بال بھي بيکا نہيں کر سکتا ۔ خدا وند عالم نے بڑے سادہ الفاظ ميں اس گفتگو کا ما حصل صرف ايک آيت ميں بيان فرمايا ہے:''و لا تھنوا'' سستي نہ کرو ۔''و لا تحزنوا'' غمگين مت ہو ۔'' و انتم الاعلون ان کنتم مومنين ''تم کو برتري حاصل ہے ليکن اس شرط کے ساتھ کہ اگر تم مومن ہو ۔ دوسري جگہ پر ارشاد فرمايا :''و لا تھنوا و تدعوا الي السلم ''يعني سستي نہ کرو اور نہ ہي دشمن کي سازشانہ دعوت کو قبول کرو ۔

ايران کے اسلامي انقلاب کے بعد اگر جمہوري اسلامي پر ايک غائرانہ نظر ڈالي جائے تو واضح طور پر نظر آتا ہے کہ جن جن شعبہ ہائے حيات ميں اقدار اسلامي کي حفاظت کي گئي ہے وہاں وہاں رشد و ترقي ہوئي ہے اور جن جن شعبوں ميں اسلامي احکام و اقدار و اخلاق اسلامي سے چشم پوشي کي گئي ہے ان ان شعبوں ميں پسماندگي آج بھي موجود ہے ۔

دنيا کے دوسرے ممالک ميں بھي يہي صورت حال ہے ۔ جہاں جہاں معنويت ، انسانيت اور الٰہي اقدار سے منہ موڑ ليا گيا ہے وہاں وہاں ديکھا جا سکتا ہے کہ زندگي کس قدر دشوار ہے ، کس قدر نا امني اور بے چيني ہے ۔ ايسے معاشروں ميں قتل و غارت گري

اور دہشت گردي زيادہ ہے ۔ ہرچند يہ لوگ انا جتماعي مشکلات و مسائل کے اسباب تلاش کرنے کي کوشش کرتے ہيں ليکن کسي بھي طرح اصلي اور حقيقي علت اور سبب کو تلاش نہيں کر سکے ہيں ۔ ايک ماں اپنے بچے کو قتل کر ديتي ہے ، فوراً ہي لوگوں کا وجدان تڑپ اٹھتا ہے ، صدائيں بلند ہونے لگتي ہيں کہ ايسي ماں کو سولي پر چڑھا ديا جائے ۔ يہ لوگ اس بات سے غافل ہيں کہ ان کي بنياد خراب ہو چکي ہے ۔ ان معاشروں کي بد بختي يہ ہے کہ يہ خدا ، معنويت اور اخلاق سے پشت پھير کر فساد و قتل و غارت گري کے عادي ہو گئے ہيں ۔

مادي اور مالي فساد کسي بھي قيمت پر خوشحالي کا ضامن نہيں بن سکتا۔ جس کي واضح مثال امريکہ ہے۔ ہرچند کہ امريکہ ميں زندگي کے تقريباً تمام شعبوں ميں ہمہ جہت ترقي ہوئي ہے ليکن اس کے باوجود امريکي عوام جن اخلاقي اور معنوي مشکلات کا شکار ہيں ان سے ساري دنيا واقف ہے ۔ انھيں اخلاقي اور معنوي اقدار کي قلت کي بنا پر امريکہ موجودہ صورت حال سے دوچار ہے ۔ وہ صورت حال کہ جس ميں ايک ماں اپني تسکين شہوت اور ذاتي مفاد کي خاطر اپنے ہاتھوں سے اپنے بيٹے کا قتل کر ديتي ہے ۔

بوسنيا اور ہرزيگووينا ميں کيا نہيں ہوا ؟ مغلوں کے انداز ميں افواج '' سربريسٹيا '' ميں گھس کر وحشيانہ انداز ميں قتل و غارت گري کرتي رہيں اور نام نہاد متمدن اقوام و ملل کے کان پر جوں تک نہيں رينگي ۔ اس پر ستم يہ کہ يہي لوگ حقوق بشر کے علمبردار ہونے کا دعوي کرتے ہيں ! کيا ايک شہر ميں ہزاروں معصوم مرد، عورت اور بچوں کا وحشيانہ قتل عام حقوق بشر کي خلاف ورزي نہيں ہے ؟ جمہوري اسلامي اخلاق اور اسلامي احکام و شريعت کي محافظت کي بنا پر آج ساري دنيا ميں ايک باعزت مقام حاصل کر سکا ہے ۔ آج جب کہ دنيا کي بڑي بڑي طاقتيں ، دنيا کے دوسرے چھوٹے چھوٹے ملکوں کے سربراہان مملکت اور وزرائے اعظم سے اپني غلامي کرانا اپنا پيدائشي حق سمجھتي ہيں ، ايران ايک مستقل اور آزاد ملک کي حيثيت سے آزاد زندگي گذار رہا ہے ۔ کسي کي اتني مجال نہيں ہے کہ ايران سے غير عادلانہ طور پر ايک حرف يا ايک کلمہ کو قبول کرا لے ۔ يہ سب فقط اور فقط اسلام اور اسلامي اخلاق و معنويات اور اسلامي احکامات اور شريعت کي برکتيں ہيں اور بس ۔

فصل دوم:

اخلاص

اخلاص کے معني

اخلاص سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنے کام کو خدا کے لئے اور اپني ذمہ داري و تکالیف کي انجام دہي کي خاطر انجام دے ۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان نفساني خواہشات ، مال و دولت کے حصول ، شہرت و عزت ، لالچ و حرص وغیرہ کے لئے کوئي کام نہیں کرتا ۔ اخلاص ایک ایسي صفت ہے کہ اگر اس کي بنیاد پر اقدام کیا جائے تو یہ تلوار کي طرح اپنے سامنے آنے والے ہر مانع کو دور کرتي جاتي ہے ۔

امام خمیني کے اندر یہ صفت کمال کي حد تک تھي ۔ آپ اکثر فرماتے تھے کہ اگر میرا کوئي عزیز ترین فرد بھي عدل و انصاف کے خلاف کوئي قدم اٹھائے گا تو میں اس سے بھي چشم پوشي نہیں کروں گا اور ایسا کیا بھي ۔ حساس موقعوں پر وظیفہ کي انجام دہي کے ذریعہ دوسرے لوگوں کو بھي احساس دلایا ۔ خلوت میں ، جلوت میں ، چھوٹا کام ہو یا بڑا ، آپ نے ہمیشہ اخلاص کو اپني ذاتي زندگي میں اپنایا ۔ اوریہي وہ درس تھا جس کي بنا پر آپ کے شاگرد ، آپ کے چاہنے والے جوق در جوق سرحد پر دشمن سے جنگ کرنے دوڑے چلے جاتے تھے ۔یہي وہ درس تھا جس کي بنیاد پر ایران میں معجز نما اسلامي انقلاب نمودار ہوا ۔

ایک بزرگ اہل عرفان و سلوک اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں : اگر فرض کریں (بہ فرض محال) کہ رسول اکرم اپنے تمام امور کو ایک معین ہدف کے تحت انجام دیتے تھے اور آپ کا ہدف یہي ہوتا تھا کہ اپنے ان امور کو انجام کے مراحل تک پہنچا دیں اور پہنچا بھي دیا کرتے تھے مگر کسي اور شخص کي طرف سے یعني کسي اور کے نام سے ۔ کیا اس صورت میں کہا جا سکتا ہے کہ رسول اکرم اپنے اس فعل سے راضي نہیں ہوتے تھے ؟ کیا یہ فرماتے تھے کہ یہ فعل چونکہ دوسرے کي طرف سے انجام دے رہا ہوں لہذا انجام نہیں دوں گا ؟ یا نہیں ، بلکہ آپ کا ہدف اپنے امور کي انجام دہي تھي اور بس ۔

قطع نظر اس سے کہ وہ فعل کس کے نام سے یا کس کي طرف سے انجام دیا جا رہا ہے ۔ حقیقت یہي ہے کہ لکھنے والا صحیح ہے کیونکہ ایک مخلص شخص کي نگاہ میں کسي فعل کي انجام دہي اہم ہوتي ہے۔ اس کا ذہن ''من و تو'' سے ماورائ ہوتا ہے ۔ وہ اس

بات سے بے پرواہ ہوتا ہے کہ اس فعل کا سہرا کس کے سر بندھے گا ۔ ایسا شخص با اخلاص ہوتا ہے اور خدا پر کامل یقین رکھتا ہے اور جانتا ہے کہ خداوند متعال یقینا اس کے فعل کا صلہ اس کو دے کر رہے گا کیونکہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے: ?ان جندنا لھم الغالبون ? خدا کے اس لشکر میں اکثر و بیشتر میدان جنگ میں شہید ہو جاتے ہیں اور ظاہری اعتبار سے ختم ہو جاتے ہیں لیکن خداوند عالم فرماتا ہے ''ان جندنا لھم الغالبون ''یعني یہ لوگ مرنے کے بعد بھي غالب ہیں ۔

اخلاص: اہم ترین اسلحہ

اسلام میں اصلاح دنیا کے لئے اصل و اصیل ، خود نفس انسان کي اصلاح کو بتایا گیا ہے ۔ ہر مسئلے کي شروعات یہیں سے ہوتي ہے ۔ قرآن کریم اپنے قوي اور محکم بازوں سے اوراق تاریخ پلٹنے والي قوم سے فرماتا ہے: ''﴿قوا انفسکم﴾ ''(سورہ تحریم ٦) '﴿ علیکم انفسکم﴾ ''(سورہ مائدہ ١٠٥)یعني اپنا تزکیہ نفس کرو ، اپنے نفس کي اصلاح کرو ۔ ''﴿قد افلح من زکاھا﴾ ''(سورہ شمس ٩) اگر صدر اسلام میں اسلامي معاشرہ انساني نفوس کے تزکیہ سے شروع نہ ہوا ہوتا اور اس میں مناسب حدتک با اخلاص اور متقي افراد پیدا نہ ہو گئے ہوتے تو اسلام قطعاً اپني بنیادیں مستحکم نہیں کر سکتا تھا ۔یہي مخلص اور متقي اور سچے مسلمان تھے جن کي بنیاد پر اسلام دوسرے شرکائے مذاہب اور ممالک پر فاتح ہو کر تاریخ عالم میں اپنا نام ثبت کر سکا ہے ۔

ہمارا اسلامي انقلاب بھي اس اخلاص ، تقوي اور اپنے ذاتي اور مادي مفادات سے اوپر اٹھ کر الٰہي اہداف کي انجام دہي جیسے وظیفے اور ذمہ داري کے احساس کي وجہ سے ہي رونما ہوا تھا ۔ ایران عراق جنگ کے دوران ہمارا یہي اسلحہ ہمارے لئے کارگر ثابت ہوا تھا ۔ ہمارے شہید ، ہمارے جنگي مجروحین اور ان کے شہادت کے عمیق جذبے نے ہي آج ہمیں اتني بلندیاں اور مراتب عطا کئے ہیں ۔ ساري دنیا میں آج ہماري عزت اور شرف انھیں خدا دوست شہدائ اور مجروحین کي بنیاد پر ہے اور بس ۔

اسلامي انقلاب کي بقائ اور دوام کا سرچشمہ صرف اور صرف اخلاص ہے

ہمارے اندر ہمارے سب سے بڑے دشمن نے بسیرا کر لیا ہے اور وہ دشمن نفس امارہ ، شہوات نفساني ، ہوي و ہوس اور خود پرستي ہے ۔ جس لمحے بھي ، خواہ وقتي طور پر ، ہم نے اس زہریلے سانپ اور خطرناک دشمن کو قابو میں کر لیا اسي لمحے ہم کامیاب اور مجاہد في سبیل ا? ہو جائیں گے اور جب کبھي بھي ہمارا یہ دشمن ہماري عقل اور معنوي و روحاني قوتوں پر حاوي ہو گیا ہم مغلوب اور شکست خوردہ ہو کر رہ جائیں گے ۔

ہمیں ہدایت بشر اور نجات انسان كي خاطر خلق كيا گيا ہے۔ لہذا ہمارا فريضہ ہے كہ سب سے پہلے اپنے نفوس كي اصلاح اور تزكيہ كريں ۔ خدا وند عالم نے بے حد و بے حساب معنوي اور روحاني طاقتوں اور صلاحيتوں كو ہمارے اندر وديعت كيا ہے ۔ ہماري ذمہ داري ہے كہ ان قوتوں كو خودپرستي ، خود خواہي ، ہوي و ہوس نفساني جيسي صفات رذيلہ سے نجات ديں ۔

اخلاص اور ايثار ہي اسلامي انقلاب كے موجد ہيں

اسلامي انقلاب اس انقلاب كا نام ہے جس نے ساري دنيا كو ہلا كر ركھ ديا تھا ۔ مشرق سے لے كر مغرب تك ہر زبان پر ايك ہي انقلاب تھا ، اسلامي انقلاب ۔ يہ سب كس نے كيا ؟ يہ انقلاب كون لے كر آيا ؟ كيا كوئي ايراني كہہ سكتا ہے كہ ہاں ! ميں يہ انقلاب لايا ہوں ۔ يقينا كوئي يہ دعوي نہيں كر سكتا ۔ يہ انقلاب صرف اور صرف الہي انقلاب ہے اور اس كا لانے والا اور موجد بھي خدا وند عالم ہے ۔ يہي وجہ ہے كہ كوئي بھي فرد اس انقلاب كو اپني طرف منسوب نہيں كرتا ہے حتي امام خميني ٢ بھي اپني تمام تر عظمتوں اور بے نظير قربانيوں كے با وجود اس انقلاب كو اپني طرف منسوب نہيں كرتے تھے ۔ ہميشہ يہي كہا كہ يہ انقلاب ايراني عوام كي مخلصانہ اور مجاہدانہ كوششوں كا نتيجہ ہے ۔ اگر تجزيہ كريں تو نتيجہ يہي نكلتا ہے كہ امام خميني ٢ صحيح فرماتے تھے ۔ حقيقتاً امام خميني ٢ عوام كے لئے صرف ايك الہي ذريعہ اور وسيلہ تھے ورنہ اسلامي انقلاب كا اصل محرك خدا وند متعال ہے كيونكہ ايراني عوام نے مخلصانہ اور في سبيل ا؟ اسلامي انقلاب كے لئے اقدام كئے تھے لہذا مرضي خدا اور عنايت خدا بھي ان كے ساتھ تھي ۔ يہ عوام كا خلوص ہي تھا جس كي بنا پر خدا وند عالم نے اس اسلامي انقلاب كي تائيد كي ہے ۔

ارادہ اور ايمان ہر طرح كے اسلحہ اور طاقت پر غالب ہوتے ہيں

لبنان كے مومن مسلمانوں نے يہ ثابت كر ديا ہے كہ انسان كا ارادہ اور ايمان دنيا كے ہر مادي اسلحے اور طاقت پر غالب ہے ۔

يہي وہ مومن جوان تھے جنھوں نے بيروت كي سرحدوں تك آجانے والي اسرائيلي فوجوں كو كھدیڑ كر اپني حدود سے باہر كر ديا تھا ۔

يہي وہ لبناني عوام تھے جنھوں نے امريكہ اور فرانس كي ان فوجوں كو ذليل و خوار كر كے لبنان سے باہر كر ديا تھا جو اپنے ناپاك ارادوں كے ساتھ لبنان ميں داخل ہو گئي تھيں ۔ لبناني عوام نے يہ كام اسلحوں اور مادي قوتوں اور طاقتوں كے بل بوتے پر نہيں كيا تھا كہ يہ لوگ مادي اسلحے كے لحاظ سے تو بالكل تہي دست تھے ۔ بلكہ صرف اور صرف ايماني طاقت كے دم پر انجام ديا تھا ۔ يہ ايك ايسي قوت و طاقت ہے جو ايك مختصر سي اور مظلوم قوم (وہ قوم جو ايك طويل عرصے سے اسرائيل اور اس كي ہمنوا سفاك طاقتوں كي تختہ مشق بني ہوئي ہے) كو اتنا قوي اور مستحكم كر ديتي ہے كہ امريكہ ، فرانس اور اسرائيل شرمندہ اور ذليل ہو كر رہ جاتے ہيں ۔

آج بھي يہي ايمان اور اخلاص ، لبنان کے مومن جوانوں ميں ٹھاٹھيں مار رہا ہے ۔ يہ واقعي قابل تعريف اور ستائش ہے کيونکہ يہي وہ قوت ہے جس کے بل پر لبنان ، امريکہ اوريورپ کو يہ باور کرانے سے روکتا رہے گا کہ امريکہ اور اس کي حليف جماعتيں لبنان ميں اس کے آئندہ پر حاوي ہو سکتي ہيں ۔

اخلاص اور قرب خدا : امام خميني ٢ کي کاميابي کا راز

امام خميني ٢ کي کاميابي کا راز اخلاص اور قرب الہي تھا ۔ آپ اپني اس کوشش ميں بحسن خوبي کامياب ہو گئے تھے کہ '' اياک نستعين ''کو اپنے ميں مجسم کر ليں اور لا متناہي اور لا محدود الہي قدرت سے متصل ہو جائيں ۔

اگر ننھا سا قطرہ اپنے محدود اور چھوٹے سے وجود کے ساتھ ٹھاٹھيں مارتے ہوئے وسيع و عريض سمندر ميں غرق ہو جائے تو کوئي طاقت اسے ختم نہيں کر سکتي ۔ اگر ہر شخص امام خميني ٢ کي روش پر عمل پيرا ہو جائے تو امام خميني ٢ کي طرح ہو جائے گا ۔ البتہ يہ کوئي آسان کام نہيں ہے ۔ امام خميني ٢ نے اس مشکل اور نادر روزگار کو انجام ديا اور زندہ جاويد ہو گئے ۔ ہم ہرچند اس بلندي تک نہيں پہنچ سکتے ليکن بہر حال ہميں اپني توانائي بھر کوشش کرني چاہيے تاکہ اپني ذمہ داري اور وظيفے کي انجام دہي کسي نہ کسي حد تک ادا کر سکيں ۔

ہميں چاہيے کہ حضرت علي سے اخلاص کا درس حاصل کريں

امام خميني ٢ نے اس دور ميں جو عظيم کارنامہ انجام ديا وہ يہ تھا کہ ساري دنيا کو اسلام کے مقابل خاضع و خاشع بنا ديا اور دشمنان اسلام کو پيچھے ہٹنے پر مجبور کر ديا تھا ۔ نہج البلاغہ ميں حضرت علي فرماتے ہيں : و لقد کنا مع رسول..........(نہج البلاغہ خطبہ ٥٦)۔ہم خالصانہ اور مخلصانہ ميدان جنگ ميں ثابت قدم رہتے تھے ۔ ہمارے اعزائ قتل ہوتے رہتے تھے اور يہ سب ہمارے ايمان ميں اضافے کا سبب بنتا رہتا تھا ۔ خدا نے جب ہمارے اس خلوص اور صداقت کو ديکھا تو ہميں فاتح اور ہمارے دشمن کو مغلوب کر ديا ۔ اگر خدا نے ہماري مدد نہ کي ہوتي تو ہم موجودہ حالات تک نہ پہنچ پاتے ۔ ''ما قام للدين عمود و لا اخضر للايمان عود'' دين کا ايک بھي ستون قائم نہ رہ پاتا اور ايمان کي ايک بھي شاخ سرسبز نہ رہ پاتي ۔

يہ سب اس زمانے کے مسلمانوں کے خلوص اور صداقت کي ہي دين ہے کہ آج اسلام اس اعلي مقام تک رسائي حاصل کر سکا ہے اور ساري دنيا ميں اپنے جھنڈے گاڑ چکا ہے ۔ يہ اس زمانے کے با اخلاص مسلمانوں کا ہي کرشمہ ہے کہ موجودہ اسلامي معاشرہ وجود ميں آيا اور آج تک وہي اسلامي تمدن اور اسلامي تحريک ہم تک پہنچي ہے ۔ آج جہاں کہيں بھي مسلمان موجود ہيں ان کو حضرت علي کي حيات طيبہ سے اس عظيم درس کو حاصل کرنا چاہيے ۔

فصل سوم:

ذکر و نماز

انسان کیلئے تاریکي اور جہالت سے نکلنے کا واحد راستہ نماز ہے

عبادات اور ان میں بھي بالخصوص نماز کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے ۔ نماز کو دین کا ستون کہا جاتا ہے ۔ نماز اگر مکمل توجہ اور اپني تمام شرائط کے ساتھ انجام دي جائے تو نہ فقط نماز گزار کے قلب و روح کو بلکہ اس کے آس پاس سارے ماحول کو نوراني اور معطر کر دیتي ہے ۔

نماز گزار جس قدر خضوع و خشوع کے ساتھ نماز ادا کرے گا اتنا ہي خودپرستي ، خود خواہي ، خودغرضي ، حسد ، بغض ، کینہ وغیرہ جیسي صفات رذیلہ کي قید سے آزاد ہوتا چلا جائے گا اور اتنا ہي اس کے چہرے کي نورانیت میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا ۔ موجودہ بشر کي تمام تر مشکلات و پریشانیوں کا سبب خدا سے دوري اور ذاتي مفاد سے وابستگي میں اضافہ اور شدت ہے ۔ نماز انسان کو ظلمتوں اور تاریکیوں سے آزاد کراتي ہے ۔ اس کے غیض و غضب اور شہوات و ہوا و ہوس کو مغلوب کر کے اسے تقرب الہي اور امور خیریہ کي طرف راغب کرتي ہے ۔

نماز سکون قلب کي باعث ہے

خدا کي طرف سے انسان پر عائد کردہ وظائف اور عبادات میں سے نماز کو قرآن کریم نے سرفہرست قرار دیا ہے ۔ ''﴿ الذین ان مکناھم في الارض اقاموا الصلاۃ ﴾'' ۔ اگر نماز میں سے اہداف نظام اسلامي کي مہک نہ آرہي ہوتي تو ایک اہم مقام نہ رکھتي اور اس کے متعدد و مختلف بنیادي فائدے نہ ہوتے تو قطعاً اسلام میں نماز سے متعلق اس حد تک تاکیدات موجود نہ ہوتیں ۔

حقیقت یہ ہے کہ نماز اپني تمام افادیت اور فوائد کے ساتھ فقط ایک وظیفہ شخصي نہیں ہے بلکہ یہ فرد کے ساتھ ساتھ سارے معاشرے کو رشد و ارتقائ بخشنے میں ایک اہم رول ادا کرتي ہے ۔ تمام واجبات میں جس قدر تاکید اس واجب کے لئے کي گئي ہے وہ بے مثال ہے حتي والدین پر واجب ہے کہ اپنے بچوں کو بچپنے سے ہي نماز سے آشنا و مانوس کریں ۔ یہ تمام تاکیدات صرف اور

صرف اسي لئے ہيں کہ نماز فرد کے ساتھ ساتھ سارے معاشرے کو اس قابل بناتي ہے کہ معاشرہ دوسرے تمام وظائف کا بار بھي اپنے کاندھوں پر اٹھا سکے ۔ ان تمام پہلووں کے پيش نظر نماز کو اعلي ترين عمل فرض کرنا چاہيے اور صدائے حي علي خير العمل کو ايک حکمت آميز صدا تصور کرنا چاہيے ۔

نماز ہي ہے جو ايثار، اخلاص، توکل بر خدا اور تعبد جيسي صفات انسان کے اندر پيدا کرتي ہے اور اس کو اس لائق بناتي ہے کہ انسان دوسرے دشوار ترين واجبي امور مثلاً جہاد، امر بالمعروف و زکات وغيرہ کي انجام دہي پورے جوش و خروش سے انجام دے سکے اور شجاعانہ طور پر اس الہي وادي ميں داخل ہوئے ۔

آج کا زمانہ اليکٹرونک زمانہ ہے ۔جس کا اثر يہ ہے کہ انسان مختلف مسائل و مشکلات کا شکار ہو گيا ہے نتيجتاً بشريت کي کوشش يہ ہے کہ فردي اور اجتماعي زندگي کو مشيني حرکتوں سے ہم آہنگ کيا جائے ۔ صلہ رحم، مروت، ايثار، محبت اور نہ جانے کتني دوسري اخلاقي صفات و اقدار اس مشيني نظام زندگي کيبھينٹ چڑھتي جا رہي ہيں ۔ گھروں ميں محبت آميز فضا آہستہ آہستہ اپني رنگت چھوڑتي جا رہي ہے ۔

گذشتہ چند برسوں سے انسانيت کا درد رکھنے والے بعض افراد اس سمت ميں متوجہ کرتے رہے ہيں ليکن افسوس ناک بات يہ ہے کہ ابھي تک کروڑوں افراد مخصوصاً جو اس جہنم ميں خود کو جلا رہے ہيں، انھيں اس سے باہر نکلنے کا کوئي راستہ نظر نہيں آرہا ہے ۔

اسي وجہ سے آج گذشتہ زمانوں سے کہيں زيادہ خداوند کريم سے معنوي رابطہ قائم کرنے کي ضرورت ہے اور اس سلسلے ميں نماز آسان ترين اور موثر ترين ذريعہ ہے جو ہميں ان اخلاقي اور سماجي مشکلات سے باہر نکال سکتي ہے ۔

اہتمام نماز

اہتمام نماز سے مراد فقط يہ نہيں ہے کہ مومنين و صالحين حضرات نماز بجا لائيں اور بس ۔ يہ کوئي ايسا فعل نہيں ہے کہ جس پر حکومت اسلامي کي تشکيل منحصر ہو بلکہ اس سے مراد يہ ہے کہ نماز کو معاشرہ کا ايک حصہ بنا ديا جائے جہاں ہر شخص نماز کے اسرار و رموز سے واقفيت رکھتا ہو ۔ معنويت اور الہي ذکر و عبادت کي روشني و نورانيت سارے معاشرے کو روشن و منور کرے اور نماز کا وقت نزديک آتے ہي سارے مرد و زن نماز کي طرف ذوق و شوق کے ساتھ دوڑ جائيں اور دامن نماز ميں ايک طرح کا قلبي و روحي سکون حاصل کريں ۔

نماز: دین کا ستون

نماز دین کا حقیقي ستون ہے ۔ لہذا ضروري ہے کہ ہماري زندگي میں نماز کو اس کا حقیقي مقام و مرتبہ دیا جائے ۔ دین کے سائے میں انسان کو حیات طیبہ صرف اسي صورت میں حاصل ہو سکتي ہے جب وہ اپنے قلب کو یاد خدا سے زندہ اور روشن رکھے کیونکہ انسان صرف اسي ذریعہ سے تمام اقسام کے فساد و شر سے مقابلہ کر سکتا ہے نیز ظاہري اور باطني شیطانوں کو مغلوب کر سکتا ہے اور یہ دائمي ذکر اور خضوع و خشوع فقط نماز کي برکت ہي سے حاصل ہو سکتا ہے ۔ نماز ایک ایسي حقیقت ہے جو انسان کو اپنے نفس پر غلبہ حاصل کرنے میں نہایت قوت و قدرت عطا کرتي ہے ۔

نماز سے بڑھ کر ایسا کوئي ذریعہ یا وسیلہ نہیں ہے جو انسان و خدا کے درمیان رابطے کو مستحکم تر یا قوي تر کر سکے ۔ ایک عام انسان بھي اگر خدا کے ساتھ اپنے رابطے کو استوار کرنا چاہتا ہے تو نماز ہي سے شروعات کرتا ہے اور اس کے ساتھ ہي ساتھ خدا کا ایک مقرب ترین بندہ بھي اس نماز کے ذریعہ ہي تنہائیوں اور خلوتوں میں اپنے خدا ، اپنے محبوب سے راز و نیاز کر کے دل کي دنیا کو روشن و جاویداني بناتا ہے ۔ یہ ذکر و نماز ایک ایسا خزانہ ہے جس کا کوئي خاتمہ نہیں ہے ۔ جس قدر اس سے انسیت و قربت بڑھتي جائے گي اتني ہي اس کي نور افشانیوں میں اضافہ ہوتا جائے گا ۔

نماز کے مختلف جملے اور اذکار خود اپنے آپ میں معارف و تعلیمات دین کي طرف اشارہ کرتے ہیں اور دن میں کئي بار نماز گزار کو ان تعلیمات کي یادآوري کرائي جاتي ہے ۔ نماز کو اگر اس کي تمام شرائط اور نقائص کے بغیر ادا کیا جائے تو یہ نماز انسان کو روز بروز معارف و تعلیمات الہي سے قریب اور آشنا کراتي ہے ۔

انسان کو ہمیشہ نماز کي ضرورت

ایسي نماز جو اپني تمام تر شرائط کے ساتھ بجالائي جائے، انسان کو صراط مستقیم کي طرف ہدایت کرتي ہے، اس کے پژمردہ قلب کو جلا بخشتي ہے، اس کي نا امیدیوں کو یقین میں تبدیل کرتي ہے ساتھ ہي اس کي زندگي کو باہدف بھي بناتي ہے۔یہي وجہ ہے کہ نماز تمام حالتو نخواہ جنگ کا میدان ہو یا گھر کا عیش و آرام، میں واجب ہے۔ انسان ہمیشہ نماز کا محتاج ہے مخصوصاً مسائل و مشکلات سے دچار ہوتے وقت۔

حقیقت یہ ہے کہ ابھي تک ہمارے سامنے نماز کي اہمیت و منزلت صحیح و حقیقي طورپر بیان ہي نہیں ہو سکي ہے اور اسي لئے ہمارے یہاں نماز کو جو مقام ملنا چاہئے تھا نہیں مل سکا۔ علمائ کي ذمہ داري ہے کہ وہ مخصوصاً جوانوں کے سامنے نماز کے اسرار و رموز کو بیان کریں۔ انہیں نماز کي منزلت و فوائد بتائیں۔ یہ نماز ہي کا خاصہ ہے کہ ایک بچے سے لیکر ایک عالم تک نماز کي ضرورت محسوس کرتا ہے۔ حتي عرفائ بھي نماز کي ضرورت کا احساس کرتے ہیں۔ تب ہي تو ''اسرار الصلوۃ'' جیسي کتابیں لکھي گئي ہیں۔

نماز ایک ایسا سمندر ہے جسکي گہرائي کا اندازہ ابھي تک نہیں لگایا جاسکا ہے۔ اگرچہ نماز کے بارے میں ائمہ طاہرین سے متعدد روایات اور علمائے دین کے بے شمار اقوال موجودہیں لیکن اس کے باوجود نماز کي منزلت بہت سے افراد سے ابھي تک پوشیدہ ہے حتي کہ وہ لوگ بھي جو نماز کو واجب سمجھ کر انجام دیتے ہیں ان کے لئے بھي ابھي تک نماز صحیح طورپر بیان نہیں ہو سکي ہے۔

بہر حال، نمازراہ سیر و سلوک کي طرف پہلا قدم ہے جسکو الٰہي ادیان نے انسان کے حقیقي ہدف یعني کمال و خوشبختي دنیا و آخرت کي خاطر بشر کے حوالے کیا ہے۔ نماز خدا کي طرف پہلا قدم ہے۔ نماز کي اہمیت کا اندازہ اسي بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ رسول اکرم فرماتے تھے نماز میري آنکھوں کا نور ہے اور جب وقت نماز ہوتا تھا تو بلال سے کہتے تھے کہ اذان کے ذریعے میري روح کے اطمینان و سکون کا انتظام کرو۔ انسان کے تکامل معنوي میں جسقدر نماز موثر ہے اتني دوسري کوئي عبادت نہیں ہے۔ نماز جہاں معاشرے کو اخلاقي و معنوي صفات و کمالات عطا کرتي ہے وہیں اپني خاص شکل و شرائط کي بنا پر نماز گزار کو نظم و ضبط کا پابند بھي بناتي ہے۔

عبادت رسول اسلام

رسول اکرم اپني تمام تر عظمت و منزلت کے باوجود ہرگزعبادت سے غافل نہیں رہتے تھے۔ رات کے پچھلے پہر میں گریہ و زاري اور مناجات و استغفار آپکا دائمي شیوہ تھا۔ ام سلمہ نے ایک رات دیکھا کہ پیغمبر موجود نہیںہیں۔ باہر نکلیں تو دیکھا کہ آنحضرت خدا کي بارگاہ میں دعا کرنے میں مشغول ہیں۔ اشک جاري ہیں اور استغفار کر رہے ہیں۔ زبان مبارک پر یہ جملہ جاري ہے: ''اللّھم ولا تکلني الي نفسي طرفۃعینٍ''۔ ام سلمہ بے ساختہ روپڑیں۔ رسول اکرم ام سلمہ کي طرف متوجہ ہوئے اور آپ نے فرمایا: ام سلمہ تم یہاں کیا کررہي ہو؟ ام سلمہ نے کہا کہ یا رسول اللہ ! آپ کو تو خدا بے حد دوست رکھتا ہے اور آپ کو بخش دیا ہے: ''لیغفرلک اللہ ما تقدّم من ذنبک و ما تآخر۔'' (سورہ فتح۔۲) پھر آپ کیوں گریہ کر رہے ہیںاور کہہ رہے ہیں کہ خدایا ! ہمیں ہمارے حال پر مت چھوڑ؟ فرمایا: ''و مایومنني'' اگر خدا سے غافل ہوجاؤں تو کون میري حفاظت کریگا؟

یہ ہمارے لئے ایک درس ہے۔ ہر حال میں خواہ مصائب کا سامنا ہو یا خوشیوں کا، اچھے حالات ہوں یا برے ، خدا ہي پر بھروسہ کرنا چاہئے اور اسي سے مدد مانگنا چاہئے نیز اسي پر توکل کرنا چاہئے۔یہي وہ اہم درس ہے جو رسول خدا ہمیں دے گئے ہیں۔

فصل چهارم:

اخلاق

اخلاقي انقلاب

اخلاقي انقلاب يعني يہ کہ انسان تمام رزائل اخلاقي، صفات بد، اخلاق بد وغيرہ مختصراً يہ کہ ان تمام صفات سے کنارہ کش ہو جائے جو دوسروں کي يا خودکي اذيت و ضرر کا باعث ہوتي ہوں اخلاقي انقلاب يعني يہ کہ انسان خودکو مکارم اخلاق اور فضائل اخلاق سے آراستہ کرے ۔

اگر کسي معاشرہ ميں صاحب فکر و نظر افراد پائے جاتے ہوں اور وہ اپنے افکار کو دوسرے افراد کے خلاف استعمال نہ کرتے ہوں يا تعليم يافتہ افراد پائے جاتے ہوں اور وہ اپنے علم کو دوسرے افراد کو نقصان پہنچانے اور دشمن کو قوي کرنے کا ذريعہ نہ بناتے ہوں بلکہ معاشرے کے تمام افراد ايک دوسرے کا خيال رکھنے والے اور خير سگالي کے ساتھ زندگي گذارنے والے ہوں، حاسد اور کينہ پرور نہ ہوں، فقط اپني زندگي کا اور اپنا خيال نہ رکھتے ہوں تو ايسے معاشرے کے لئے کہا جا سکتا ہے کہ اس معاشرے ميں اخلاقي انقلاب آگيا ہے ۔

مسائل بشر

اخلاقيات اور تزکيہ نفس بھي زندگي کے ان اہم نکات ميں سے ہيں جن کے لئے قرآن کريم اور احاديث ميں شديد تاکيد کي گئي ہے ۔ عالم اسلام ميں متفقہ عليہ حديث نبوي موجود ہے کہ ’’بعثت لا تمم مکارم الاخلاق ‘‘يعني ميں اس لئے مبعوث کيا گيا ہوں کہ فضائل اخلاقي کي تکميل کروں واضح ہے کہ جس معاشرہ ميں اخلاقي اقدار، صفات حسنہ اور مکارم اخلاقي وغيرہ رائج ہوں گے اس معاشرے کي عام انساني زندگي کا معيار کتنا بلند و عالي ہوگا ۔

آج بشريت کے مسائل و مشکلات انھيں مذکورہ صفات و اقدار کے نہ ہونے کي بنا پر پيدا ہو رہے ہيں ۔ اگر معاشرہ اسلامي خلقيات و اخلاقي اقدار مثلاً صبر و استقامت کا حامل ہو، توکل، تواضع، حلم جيسي صفات کا احترام کرتا ہو اور پابند ہو تو يقينا جنت نشان بن جائے گا ۔

معاشرے کے بنيادي ستون

اسلامي اخلاق سے بہرہ مند ہونے سے مراد يہ ہے کہ معاشرے ميں پرہيزگاري ، بردباري ، شہوت پرستي سے اجتناب ، دنيا طلبي ، حرص ، ذخيرہ اندوزي جيسي صفات سے دوري ، اخلاص ، پارسائي ، نيکي اور ديگر اخلاقي صفات پائي جاتي ہوں اور ان صفات کو اہميت بھي دي جاتي ہو ۔

اگر ان اسلامي اقدار اور اخلاقي صفات پر عمل کر ليا جائے تو معاشرہ اسلامي رشد و ارتقائ کي منزليں طے کرتا اور قوي سے قوي تر ہوتا جائے گا۔ استعداد اور صلاحتيں سامنے آنے لگيں گي اور پھر ايسا اسلامي معاشرہ دوسري اقوام اور ملتوں کے لئے نمونہ بن جائے گا ۔

طالب علم اور خودسازي

نوجوان طالب علموں کي ايک اہم ترين ذمہ داري خودسازي اور تکميل اخلاق ہے ۔ نوجواني خودسازي اور تزکيہ نفس کے لئے بہترين وقت ہوتا ہے ۔ اس سے استفادہ کيجئے ۔ علم اور صنعتي ، سياسي ، سماجي رشد و ارتقائ ، اخلاق کے زير سايہ ہو تو قابل تعريف ہے ۔يہاں پر قابل غور نکتہ يہ ہے کہ قرب خدا ، اخلاقي رشد و ارتقائ کي بنياد و اساس ہے ۔

اخلاق تمام اموركي بنيادہے

تبليغ دين اور حقائق دين کي ترويج علمائ اور مبلغين اسلام کي ذمہ داري ہے ۔ اگر ہم اقتصادي نقطہ نظر سے اپنا ايک مقام بنا ليں ، سياست کے شعبے ميں اپنا تشخص قائم کرليں، اپنے موجودہ مقام و منزلت ميں خاطر خواہ اضافہ کر ليں ليکن ہمارا اخلاق اسلامي اخلاق نہ ہويعني ہمارے درميان صبر، علم ، ايثار ، عفو جيسي صفات کا فقدان ہو تو اس کا مطلب يہ ہے کہ ہمارا ظاہر تو خوبصورت اور حسين ہے ليکن ہماري بنياديں کھوکھلي ہيں کيونکہ اخلاق تمام افعال و اموركي بنياد و اساس ہے ۔ زندگي کے دوسرے تمام شعبوں ميں ترقي و ارتقائ اخلاق حسنہ کے لئے مقدمہ کے مانند ہے ۔ رسول اکرم کا فرمان ہے: '' بعثت لاتمم مکارم الاخلاق '' يعني مجھے مبعوث اسي لئے کيا گيا ہے کہ فضائل اخلاقي کي تکميل کروں ۔ اسلامي حکومت کا فلسفہ يہي ہے کہ معاشرے کي تربيت کرے ، معاشرے ميں اخلاق حسنہ کي ترويج کرے ، معاشرہ قرب خدا حاصل کرے ، تمام افعال و امور قربت کي نيت سے انجام دئے جائيں ۔ اسلامي نقطہ نظر سے سياست ميں بھي قصد قربت ضروري ہے ۔ قصد قربت کس وقت کيا جاتا ہے ؟ اس وقت کيا جاتا ہے جب

انسان مطالعه و جستجو کرے اور دیکھے کہ خدا وند عالم کي رضا کس چیز میں پوشیدہ ہے ۔ لہذا انسان جس فعل میں رضائے خدا کا مشاہدہ کرتا ہے اسے انجام دیتا ہے اور جس فعل میں رضائے خدا کا مشاہدہ نہیں کرتا ہے اس فعل کو انجام نہیں دیتا ہے ۔

راہ امام خمیني ٢

ایک بار میں نے امام خمیني ٢ سے سوال کیا کہ مشہور دعاوں میں سے کونسي دعا سے آپ زیادہ انس رکھتے ہیں ؟ اور کس دعا پر آپ کو زیادہ اعتقاد و یقین ہے ؟ آپ نے کچھ دیر بعد فرمایا : دعائے کمیل اور مناجات شعبانیہ ۔ ان دونوں دعاوں میمناجات ، حالت استغفار ، استغاثہ اور خضوع و خشوع کو عاشقانہ انداز میں پیش کیا گیا ہے ۔ یہ دعائیں ایسي دعائیں ہیں کہ ہمارے اور خدا کے درمیان رابطہ عشق و محبت کو مستحکم اور عمیق کرتي ہیں ۔یہي وہ راستہ ہے جس پر چلتے ہوئے امام خمیني ٢ نے اپني پوري حیات گذار دي تھي ۔

انساني کمال خواہشات نفساني سے مقابلہ ہے

انسان کي عالي ترین اور کامل ترین زندگي وہ ہے کہ جس میں وہ راہ خدا میں قدم آگے بڑھاتا ہے اور خداوند عالم کو خود سے راضي کرتا ہے اور ہوا و ہوس کو اپنے اوپر غالب نہیں ہونے دیتا ہے ۔ ایسا شخص انسان کامل ہے ۔ اس کے برعکس وہ انسان جو اپنے جذبات و احساسات ، ہوائے نفساني اور غیض و غضب کا اسیر ہوتا ہے ،وہ انسان پست اور حقیر ہے خواہ وہ ظاہراً مقام و مرتبت کا حامل ہو۔ دنیا کے بڑے سے بڑے ملک کا وزیر اعظم یا امیر ترین شخص اگر اپني خواہشات نفساني کا مقابلہ نہ کر سکے تو وہ بھي ایک حقیر انسان ہے لیکن ساتھ ہي ساتھ ایک عام سا اور نادار شخص اگر اپني خواہشات پر قابو پا لے اور غلبہ حاصل کر لے تو انسان بزرگ اور کامل ہے ۔

تحول اخلاقي جوانوں کے لئے آسان ہے

خوش قسمتي سے ان آخري کچھ برسوں میں جمہوري اسلامي نے معنوي لحاظ سے خاطر خواہ پیشرفت کي ہے ۔ جوانوں میں معنویات ، دین و عبادت کي طرف رغبت ، نماز و روزہ میخضوع و خشوع اور قرب خدا رائج اور عام ہو گیا ہے لیکن فقط یہي سب کچھ تحول اخلاقي نہیں ہے اور شاید کہا جا سکتا ہے کہ ایک ملت کے لئے تحول اخلاقي کس حدتک مشکل ہے اور اسي لئے جب اخلاقي تحول کے حوالے سے گفتگو کي جاتي ہے تو پہلے مرحلے میں جوانوں کو مخاطب قرار دیا جاتا ہے کیونکہ ان کے اندر تبدیلي اور تغیر کا مادہ زیادہ پایا جاتا ہے ۔ جوانوں کے قلوب روشن اور ان کي طبیعت پاک و سالم ہوتي ہے ۔ ان میں جاہ طلبي ، شہرت طلبي ، ثروت

طلبي وغيرہ نہايت کم پائي جاتي ہے۔ لہذا جوانوں ميں تحول اخلاقي آسان تر ہے البتہ بزرگ اور سن رسيدہ افراد کو مايوس نہيں ہوجانا چاہيے کہ ان کے اندر اخلاقي تحول نہيں ہو سکتا ۔

انقلاب ، معنويات اور اخلاق اسلامي کے بغير ناممکن ہے

انقلاب اسلامي مکمل طور پر فقط اس صورت ميں تحقق پا سکتا ہے جب ملت حقيقي طور پر مسلمان اور مومن ہو جائے ۔ اسلام کا ايک حصہ افراد کے عمل سے متعلق ہے جس کي بنا پر نظام کلي اجتماعي عالم وجود ميں آتا ہے اور دوسرا حصہ افراد کے ذاتي اور شخصي عقائد، کيفيات روحي اور عمل و کردار پر مشتمل ہوتا ہے ۔ اگر اسلامي انقلاب اور جمہوري حکومت تمام مادي اور معنوي وسائل کے ہوتے ہوئے لوگوں کے قلوب اور خلقيات کو اسلامي نہيں کر سکي ہے جو ديرينہ غلط تربيت کي بنا پر عالم وجود ميں آئے ہيں تو يہ انقلاب قطعاً کامياب اور حقيقي نہيں ہے ۔ حقيقي انقلاب وہ انقلاب ہے جو عوامي ہے ، اجتماعي اور اقتصادي حوالوں سے انقلاب ، عوامي انقلاب کي فرع و شاخ ہے ۔ اگر لوگوں کے قلوب تبديل نہ ہوں تو ايسا انقلاب اور اقتصادي۔ سياسي تبديلياں لا حاصل ہيں۔ بحمد ا? ہمارے يہاں اوائل ميں روحي انقلاب رونما ہوا کہ جو بذات خود ايک نہايت اہم قدم تھا اور جس کا نتيجہ وہي سامنے آيا جو آج ہم خود اپني آنکھوں سے ديکھ رہے ہيں ۔

اس انقلاب کي بدولت جو کچھ رونما اور واقع ہوا اگر مزيد دوام اور استحکام حاصل نہ کر سکے اور موجودہ اور آئندہ نسلوں کو اپنے اندر شامل نہ کر سکنے کے علاوہ خدا نخواستہ ظاہراً تو اسلام ، جمہوري اسلامي اور انقلاب اسلامي باقي رہ جائے ليکن در حقيقت واقعہ کچھ اور ہو تو يہ انقلاب قطعي طور پر موفق اور کامياب نہيںہے ۔ خدا نخواستہ ايسي صورت پيش آنے سے پہلے ہم خدا سے پناہ کے خواستگار ہيں ۔ ہميں کسي بھي صورت ميں ايسے حالات پيدا نہيں ہونے دينا چاہيے۔ دشمن آج انھيں نکات اور پہلووں پر آنکھيں گاڑے ہوئے ہے ۔ تمام افراد مخصوصاً علمائ حضرات کي ذمہ داري ہے کہ معاشرے کي تربيت اور قلبي ، روحي اور اخلاقي انقلاب کے استحکام کے لئے کوشاں رہيں ۔

يہ ايک حقيقت ہے کہ جنگ کے دوران اس مملکت کے بعض جوانوں ميں ايک معنوي اور حقيقي انقلاب پيدا ہو گيا تھا ۔ شہدائ کے وصيت نامے کہ جن کے مطالعہ کے لئے امام خميني ۲ نے تاکيد کي ہے اسي لئے ہيں کہ ان ميں سے ہر ايک منفرد شخص کے انقلاب کي عکاس ہيں ۔ ان وصيت ناموں کو جب ايک انسان پڑھتا ہے تو خود بخود ان شہدائ کے اندر پيدا ہونے والے ذاتي اور دروني انقلاب سے آگاہ ہو جاتا ہے ۔ آج ہماري ذمہ داري ہے کہ ہم اس روش کو عام اور رائج کر ديں اور ايسا کرنا ممکن بھي ہے ۔ اگر سو فيصد ممکن نہ ہو تو کم از کم يہ تو ممکن ہے کہ اکثريت کے اندر اس اندروني اور ذاتي انقلاب کي آبياري کي جا سکے ليکن اس

کے لئے پہلي شرط يہ ہے کہ دوسروں کو نصيحت کرنے سے پہلے خود نصيحت کرنے والے شخص کے اندر انقلاب پيدا ہو جائے اور اخلاق معنويات کے علاوہ توکل بر خدا مستحکم ہو جائے ۔

بہتر ہے اس سمت ميں قبل از ہمہ ہم لوگ قدم آگے بڑھائيں يعني خود اپني ذات سے شروع کريں ۔ واقعيت يہي ہے کہ اگر ہم ميں سے کسي کے اندر بھي اس سلسلے ميں نقص يا کمي باقي رہ گئي تو دوسروں پر ہماري بات کا غلط اثر پڑے گا ۔

اخلاق، بعثت کا ايک اہم پيغام

ہميں چاہيے کہ اپني اصلاح کريں ، اپنے اخلاق کي اصلاح کريں ، خود کو باطني لحاظ سے خدا سے قريب کريں ، ايک فرد کي حيثيت سے شخصي اور ذاتي اصلاح کريں ، خدا وند کريم کي آيات کا مشاہدہ کريں اور قرب خداوند حاصل کريں ۔ يہ ہماري ذمہ داري ہے ۔ ہماري يہ ذاتي و فردي مسؤليت کي انجام دہي، ہمارے دوسرے افراد اور معاشرے سے متعلق امور اور وظائف کي بہتر طور پر انجام دہي ميں معاون ثابت ہو گي ۔ آج ہميں ضرورت ہے کہ اخلاق اور تزکيہ نفس کے سلسلے ميں اپنے اور اپنے دوسرے افراد کے لئے مجاہدت کريں ۔ بعثت کے اہم پيغامات ميں سے ايک پيغام يہي تھا ۔

اخلاق حسنہ

ہمارے يہاں الہي حدود و مقررات نافذ ہو چکے ہيں ، اسلامي نظام اور عدالت اجتماعي تحقق پا چکي ہے ليکن حقيقت يہ ہے کہ ان تمام مراحل کو طے کرنے کے بعد بھي ہم ابتدائي منازل يا پہلے ہي مرحلے ميں ہيں ۔ دوسرا مرحلہ يہ ہے کہ وہ افراد جو اس اسلامي نظام کے تحت پر سکون اور عادلانہ زندگي بسر کر رہے ہيں ان ميں اخلاق حسنہ کے حصول کے لئے رغبت اور شوق پيدا ہو جائے ۔ تشکيل حکومت کا اصل ہدف يہي ہے ۔

لوگ خود بخود اخلاق کي جانب قدم بڑھائيں ۔ اخلاق حسنہ کا حصول، تکامل معنوي ، روحي اور معرفت کا موجب ہوتا ہے ۔ اسي راستے کے ذريعہ انسان کامل بنا جا سکتا ہے ۔ رسول اکرم نے فرمايا تھا : انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق ''مجھے اسي لئے مبعوث کيا گيا ہے کہ فضائل اخلاقي کي تکميل کروں ۔ يہ حديث شيعہ اور سني دونوں ہي جانب سے نقل ہوئي ہے ۔

يہاں لفظ '' انما '' نہايت اہميت کا حامل ہے يعني ميري بعثت کا ہدف ہي فضائل اخلاقي کي تکميل ہے ۔بقيہ تمام چيزيں مقدمہ کے طور پر ہيں ''لا تمم مکارم الاخلاق '' تاکہ مکارم اخلاق تمام ابنائے نوع کے درميان جگہ بنا لے اور ميري امت کمال تک پہنچ جائے ۔

اگر کسي اسلامي معاشرہ ميں اخلاق الہي اور اخلاق اسلامي کو طاق پر رکھ ديا جائے اور معاشرہ بے راہ روي ، خودپرستي ، کجروي جيسي صفات کے دلدل ميں پھنس کر رہ جائے تو کس طرح اس حکومت کو اسلامي اور الہي حکومت کہا جا سکتا ہے ؟

حکومت اسلامي فقط وہي حکومت ہو سکتي ہے جس ميں تمام اخلاق صفات رائج ہوں اور يہي بعثت لاتمم مکارم الاخلاق کي اساس بھي ہے ۔ آج موجودہ دنيا کو اسي اساسي چيزکي ضرورت ہے ليکن مادي دنيا اس خصوصيت سے کلي طور پر محروم ہے ۔

اخلاق کے اثرات وثمرات

پيغام انقلاب اسلامي ، پيغام معنويت ، اخلاق ، قرب خدا اور اس عنصر کو انساني زندگي ميں راسخ کرتا ہے۔ جہاں جہاں اسلامي انقلاب کے پيغام نے اپنا جھنڈا گاڑا ہے وہاں وہاں معنويت کو اپنے ساتھ لے کر گيا ہے حتي بعض عيسائي اور غير اسلامي ممالک اورمعاشروں ميں بھي مشاہدہ کيا جا سکتا ہے کہ اگر ان معاشروں ميں انقلاب اسلامي سے درس ليا گيا اور استفادہ کيا گيا ہے تو معنويت نے بھي اپني جگہ بنائي ہے اوريہي معنويت انقلاب اسلامي کا اولين پيغام ہے ۔

معنويت اور اخلاق سے عاري علم ايٹم بم کے مانند ہے

اگر علم ، معنويت ، وجدان ، اخلاق ، عواطف اور بشري احساسات سے عاري ہو تو کسي بھي صورت ميں بشر کے لئے مفيد ثابت نہيں ہو سکتا ۔ علم اخلاق و معنويت کے بغير ايٹم بم کے مانند ہے جہاں گرے گا معصوم افراد کو قتل کرے گا ۔ ايسا علم ، علم نہيں بلکہ اسلحہ بن جاتا ہے اور پھر لبنان ، فلسطين اور ديگر جگھوں کے غير فوجي افراد کو اپنا ہدف قرار ديتا ہے ۔ ايسا علم مہلک کيميکل بن جاتا ہے اور پھر دنيا بھر ميں نہ جانے کہاں کہاں مرد و عورت اور بچوں کو اپني ليپٹ ميں لے ليتا ہے ۔ اس طرح کے مہلک کيميکل کہاں سے نمودار ہوئے ؟ يہ سب انھيں علمي مراکز اوريوروپي ممالک سے صادر ہوئے ہيں ۔ ان جگھوں پر ان مہلک اشياءَ کو تيار کيا گيا اور پھر نا اہل حکومتوں کے حوالے کر ديا گيا ہے اور پھر نتيجہ وہي ہے جو آپ کے سامنے ہے ۔

موجودہ مختلف النوع اسلحہ جات ابھي تک دنيا کو آرام نہيں بخش سکے ہيں اور نہ ہي بخش سکتے ہيں ۔ يہ سب اس لئے ہے کيونکہ اخلاق و معنويات کو علم سے جدا کر ديا گيا ہے ۔ ہم نے تمدن اسلامي اور نظام جمہوري اسلامي ميں اس بات کي کوشش کي ہے اور اسي کو اپنا ہدف بنايا ہے کہ علم کو اخلاقيات اور معنويات کے ساتھ ساتھ لے کر چليں ۔

فصل پنجم:

ایمان

ایمان کي علامتیں

ایمان کي علامتیں گناہ انجام نہ دینا ، خدا سے ڈرنا ، بندگان خدا کے ساتھ اچھا برتاو کرنا ، دشمنان خدا کے ساتھ سختي اور دشمني سے پیش آنا ، مومنوں کے چھوٹے موٹے اختلافات کو نظر انداز کر دینا وغیرہ ہیں ۔

در حقیقت ، ایمان اگر محبت و خلوص جیسے رابطوں سے عاري ہو تو اس کي کوئي حیثیت نہیں ہے ۔یہ محبت ہي ہے جو میدان عمل میں ایمان کو اہمیت و ارزش بخشتي ہے ۔ محبت و خلوص کے بغیر کسي تحریک کو آگے نہیں بڑھایا جا سکتا ۔ اسلامي نقطہ نظر سے عشق و محبت کا عالي ترین عنوان ''محبت اہلبیت'' ہمارے پاس ہے ۔ اس محبت کا عروج ہمیں کربلا میں روز عاشورا دیکھنے کو ملا کہ چند افراد پر مشتمل ایک گروہ نے تاریخ و تمدن تشیع کي ایک ایسي بنیاد ڈالي کہ آج بھي اس تاریخ و تمدن کے نقوش روز بروز روشن ہوتے جا رہے ہیں ۔

دنیا میں رونما ہونے والے انقلاب ، حکومتیں ، ادارے وغیرہ اس وقت منحرف ہوتے ہیں جب ان کے اندر معنویت ، ایمان ، خدا سے رابطہ وغیرہ کا فقدان ہو جاتا ہے ۔ انقلاب جمہوري اسلامي سے متعلق بھي اگر غور کیا جائے تو ہمیں انھیں مقامات پر خفت کا سامنا کرنا پڑا ہے جہاں مذکورہ بالا صفات کا فقدان پایا گیا ۔

ہمارے اور خداوند عالم کے درمیان تعلق و ارتباط کو غیر اہم شمار نہیں کیا جانا چاہیے ہماري زندگي کا انحصار ہي اس رابطہ اور تعلق پر ہے ۔یہي رابطہ ہے جو دشمن سے مقابلہ کرتے وقت ہمارے دل کي ڈھارس بنا رہتا ہے ۔یہي رابطہ ہے جو ہمیں مومنوسے محبت کرنے پر اکساتا ہے تاکہ ہم آپسي کے اختلافات کو نظر انداز کر سکیں ۔یہي رابطہ ہے جو ہم سے کہتا ہے کہ اپني خواہشات کي بنا پر ہم حقائق کو نظر انداز نہ کریں ، اپني ذاتي غرض کي خاطر خدائي مصلحتوں کو فراموش نہ کریں ۔یہي رابطہ ہے جو ہمیں صراط مستقیم سے منحرف ہونے سے بچنے اور اس راہ میں پیش آنے والي مشکلات و مسائل کو ہمارے لئے آسان کرتا ہے ۔ یہ ایک ایسا رابطہ و تعلق ہے جو ہمیشہ اور ہر حال میں ہمارے لئے ممکن ہے ۔

جمہوري اسلامي کي اسلامي تحريک ، اسلامي انقلاب اور اس کي برکت سے دوسري اسلامي اقوام و ملتوں کے پاس آج جو کچھ بھي ہے وہ خدا پر توکل، خدا پر بھروسہ اور ذکر خدا کي وجہ سے ہے ۔ اس طرف سے ہميں کسي لمحے بھي غافل نہيں رہنا چاہيے ۔ اگر خدا پر بھروسہ اور توکل نہ ہوتا تو مشکل سے ہي تصور کيا جا سکتا تھا کہ ايران ميں کبھي اسلامي انقلاب آسکے گا ۔ اس اسلامي انقلاب کي اساس اور بنياد انسان سازي پر رکھي گئي ہے ۔ پہلے مرحلے ميں انسان سازي يعني دل کي تعمير اور روح کا آباد کرنا ہے ۔ دنيا اگر نعمتوں اور لذتوں سے پر ہو ليکن انسان اخلاق ، انسانيت اور ديانداري سے عاري ہو تو يہ دنيا اہل دنيا کو کچھ نہيں دے سکتي ، بشريت کو آسائش اور تسکين نہيں بخش سکتي ۔ انسان کي آسائش کي تسکين کا سامان اس اخلاق سے فراہم کيا جا سکتا جس کا سرچشمہ دين ہے ۔ دنيا ميں اگر اخلاق و معنويت اور دين نہ پايا جائے تو وہي ہوگا جس کا ہم آج اس دنيا مين مشاہدہ کررہے ہيں کہ چند استکباري قوتيں اور طاقتيں دنيا کي ايک بڑي مظلوم آبادي پر اپنے مظالم کا منھ کھولے ہوئے ہيں ۔

اسلامي انقلاب کے عوامل

اسلامي انقلاب کن عوامل کي بنياد پر عالم وجود ميں آيا ہے ؟ اسلامي انقلاب کسي ايک وجہ سے نہيں بلکہ متعدد و مختلف عوامل کي بنا پر رونما ہوا ہے ۔ اسلامي انقلاب کو سمجھنے کے لئے علمي ، تاريخي، جامعہ شناس اور عميق و دقيق نگاہ کي ضرورت ہے کہ انسان آئے اور غور و فکر کرے ۔ البتہ يہ انقلاب کن عوامل کي بنا پر رونما ہوا ، ايک طويل علمي بحث ہے ليکن اتنا ضرور کہا جا سکتا ہے کہ وہ چيز جس کے ذريعہ اس انقلاب کي روح اور گہرائي تک پہنچا جا سکتا ہے ،وہ حُبِ خدا ، الہي تکاليف کي انجام دہي اور قيام ؟يعني خدا کے لئے اٹھ کھڑا رہنا ہے ۔ يہ بھي ممکن ہے کہ بعض افراد کے اذہان ميں دوسرے عوامل مثلاً جنگ وغيرہ بھي آئيں ليکن يہ بھي صحيح ہيں اور يہ بھي اس انقلاب کي علتوں ميں شامل ہيں ۔

اسي طرح کي علتيں انقلاب سے پہلے بھي اذہان ميں پائي جاتي تھيں اور يہ انقلاب کے رونما ہونے ميں موثر تھيں ليکن ان تمام عوامل کے پس پشت بھي ايک طاقت کارفرما تھي اور وہ تھي روح ديني اور ذمہ داري و وظيفہ کي انجام دہي کے احساس کي طاقت کيونکہ ظلم و ستم سے مقابلہ ، فساد سے مبارزہ ، پسماندگي ، فقر وغيرہ سے جنگ ان موارد ميں سے ہيں جو رضائے الہي کا باعث بنتے ہيں ۔ خداوند عالم نے بھي انسان کيلئے مختلف مقامات پر اس طرح کے احکامات بيان فرمائے ہيں ۔

اگر عنصر ديني نہ پايا جائے تو اس طرح کے عوامل سماج کے ہرطبقے ميں عميق و وسيع صورت ميں سامنے آتے ہيں ۔يہي وجہ ہے کہ يہ انقلاب ايک ختم نہ ہونے والا انقلاب ہے ۔ اگر عنصر ديني نہ پايا جائے تو کوئي بھي تحريک ہو مختصر سے عرصے کے بعد دم توڑ ديتي ہے ۔

چند معین شدہ افراد ایک سمت میں آگے بڑھتے ہیں اور پھر آہستہ آہستہ اپني اپني جگہ خاموش بیٹھ جاتے ہیں یا چند افراد اپنے اہداف تک رسائي حاصل کرلیتے ہیں اورچند دیگر حکومت و جاہ و حشم میں پھنس کر رہ جاتے ہیںایک گروہ عیش و عشرت کا شکار ہو جاتا ہے اور دوسرا فقر و فاقہ کا ۔

اس طرح آہستہ آہستہ یہ قصہ یہیں ختم ہو جاتا ہے ۔

اس کي مثال دنیا کي مختلف تحریکوں اور انقلابوں میں بطور عیاں دیکھي جا سکتي ہے کیونکہ ان تحریکوں میں اسم خدا ، نام خدا ، یاد خدا ، عنصر عبادت و اخلاص نہیں پایا جاتا تھا ، امام خمیني ٢ کے جیسا کوئي الہي معنوي رہبر موجود نہیں تھا ، لہذا یہ تحریکیں اپنا ذرا سا بھي اثر چھوڑے بغیر مختصر سے عرصے میں ختم ہو گئیں لیکن اسلامي انقلاب میں معاشرے کے سارے افراد ، مرد و زن ، بوڑھے ، بچے شریک تھے حتي ایسے افراد بھي اس انقلاب میں پیش پیش تھے جو اجتماعي امور میں کبھي دخیل نہیں رہے تھے ۔ اس کے علاوہ ایسے افراد کو بھي دیکھا گیا کہ جنھوں نے اپني پوري زندگي میں خود اپني خاطر کبھي کوئي بڑا اور خطرناک کام انجام نہیں دیا تھا ۔

یہ تھا اسلامي انقلاب اور ایسا انقلاب کہ ساري اسلامي تاریخ پہلي اسلامي حکومت کے بعد سے ہمارے زمانے تک ایسا انقلاب نہیں دکھا سکتي ۔ آخر یہ کیسا انقلاب تھا ؟ اس انقلاب کے پس منظر میں کون سي طاقت کارفرما تھي ؟

یہ طاقت تھي اسلامي طاقت ، قرآني طاقت ، دیني طاقت ۔ اس انقلاب کي بنیاد اس نکتہ پر رکھي گئي تھي کہ آئندہ آنے والي حکومت ایک اسلامي حکومت ہوگي ، قوانین ، اسلامي قوانین ہوں گے ۔ آپ تاریخ اٹھا کر دیکھ لیں ایسا آپ کو کہیں نہیں ملے گا ۔

البتہ یہ بھي ایک حقیقت ہے کہ آج کچھ افراد ناشکري کر رہے ہیں ۔ خدا کي نعمتوں کو حقیر شمار کرتے ہیں ۔ بطور مثال اگر کسي عدالت نے ایسا کوئي حکم صادر کردیا ہے ، کسي سرکاري افسر نے کہیں کوئي ایسي بات کہہ دي ہے جو ان لوگوں کے مزاج اور مرضي کے خلاف ہوتي ہے تو ایک واویلامچ جاتا ہے ۔ انقلاب ، حکومت ، جمہوري اسلامي ، ولایت یعني اس عظیم تحریک کے تمام جوانب پر ایک سوالیہ نشان لگا دیتے ہیں ۔ ہر چیز کي مخالفت شروع کر دیتے ہیں جب کہ یہ لوگ اصل حقیقت آشنا بھي نہیں ہوتے ۔

حقیقت یہ ہے کہ آج انقلاب کے اتنے سال گزرنے کے بعد بھي دنیا کے کونے کونے سے ہمارے پاس مسلمان دانشمند و علمائ حضرات تشریف لاتے ہیں اور ہم سے یہ کہتے ہیں کہ آپ ایران میں زندگي گزارتے ہیں ، آپ نے اپنے ہاتھوں سے انقلاب کي آبیاري کي ہے ، آپ کو احساس نہیں ہے کہ آپ کا برپا کیا ہوا یہ انقلاب کتنا عظیم انقلاب ہے ۔ یہ انقلاب تاریخ کا منفرد انقلاب ہے ۔

ایک ایسا ملک جو امریکہ کي پناہ گاہ تھا ، جس کے وزرائ دنیا کي استکباري طاقتوں کے آگے جبہ سائي کرتے تھے ، جس ملک کي حکومت حاکموں کے گھروں (خاندانوں)میں تقسیم ہوتي تھي ، روزبروز معاشرے کو دین سے جدا کیا جا رہا تھا ، عوام کو زبردست

اخلاقي پسماندگي، جنسي بے راه وروي کي طرف مائل کيا جا رہا تھا ، اگر ایسے ملک میں کوئي آئے اور ایک مستقل، آزاد و عوامي حکومت کي بنیاد رکھے تو یہ کوئي معمولي بات نہیں ہے ۔ عوام کے عام طبقے سے خواص تک سبھي انسان ، پارلیمنٹ کے اراکین ، قوہ قضائیہ و مجریہ اور فوج وغیرہ کے ذمہ دار افراد سبھي مومن و متدین ہیں ۔ ان میں سے بعض نافلہ خوان اور نماز شب کے پابند بھي ہیں ۔ ایران کوئي عام ملک نہیں ہے بلکہ ایک ایسا ملک ہے جو امریکہ جیسي طاقت سے بھي بغیر کسي خوف و خطر کے ٹکرا جاتا ہے ۔

یہ معمولي نکات نہیں ہیں بلکہ قابل غور و اہم ہیں ۔ بہر حال اگر اسلامي حکومت کے تحت کچھ موارد ایسے مل جائیں جن پر اعتراض کیا جا سکے تو کیا حضرت علي کے دور حکومت میں ایسے موارد نہیں تھے ؟ کیا اس وقت بد اخلاقي نہیں تھي ؟ حد شرعي جاري نہیں ہوتي تھي ؟ کیا اس زمانے میں چوریاں نہیں ہوتي تھیں ؟ یقینا تاریخ کي روشني میں کہا جاسکتا ہے کہ یہ سب کچھ تھا لیکن یہ بھي حقیقت ہے کہ جہاں چوریاں ہوتي تھیں وہیں حدود شرعي بھي جاري ہوتي تھي ۔ قابل اعتراض یہ نہیں کہ چوري ہو اور حد شرعي بھي جاري ہو بلکہ قابل اعتراض یہ ہے کہ چور اور فاسد افراد کے خلاف حدود شرعي جاري نہ ہوں اور ان کو دین کي طرف مائل نہ کیا جائے ۔

ایک معاشرے میں، ایک قوم کي تعلیم و تربیت ایک مختصر عرصے میں یعني چند برسوں میں تو نہیں کي جا سکتي ۔ اس کے لئے ایک طویل زمانہ چاہیے ۔ جمہوري اسلامي ایران کا اسلامي انقلاب ، اتنا عظیم واقعہ ! دوسرے افراد بھي اس بات کي تائید کرتے ہیں اور ہم بھي اس بارے میں غور و فکر کرتے ہیں کہ ایک دن آئے گا کہ یہي اسلامي انقلاب ایک بڑي اور عالمي تحریک میں تبدیل ہو جائے گا ۔ اس انقلاب کو ایک عظیم انقلاب کہا جا رہا ہے ۔ اس کي وجہ بھي واضح ہے اور وہ یہ کہ امریکہ ، اسرائیل ، استکباري طاقتیں اور عالمي قوتیں اس اسلامي نظام کو کسي بھي صورت میں قبول نہیں کر پا رہي ہیں یہي وجہ ہے کہ اس عظیم تحریک کي ساري دنیا مخالفت کر رہي ہے ۔ ایک ایسي قوم کو جو اتنا عظیم انقلاب برپا کر دے اور پھر اس انقلاب کے خاطر خواہ نتائج بھي ظاہر ہو جائیں ، اسي پر اکتفا نہیں کرنا چاہیے بلکہ روز بروز ترقي کي طرف مائل رہنا چاہیے ۔

امریکہ اور اس وقت کي روس جیسي عالمي طاقتیں موجودہ اسلامي نظام کي از اول مخالف تھیں ۔ بحمد؟ روس ختم ہو گیا لیکن امریکہ ابھي تک اپني تمام ترپلیدگیوں کے ساتھ باقي ہے ۔ امریکہ نے ایران کے سلسلے میں اپني مخالفت اس طرح ظاہر کي کہ عراق کے پس پردہ ایران کے ساتھ آٹھ سال تک جنگ لڑي لیکن یہ اس انقلاب کي برکت تھي کہ ہماري قوم نے ان تمام مشکلات کا سامنا کیا اور دشمن کو منہ کي کھاني پڑي ۔

مذکورہ عالمي استکباري طاقتوں میں سے ہر طاقت میں اتني صلاحیت ہے کہ ایک نظام یا حکومت کو تہہ و بالا کر دے لیکن ایران کے خلاف اقتصادي پابندیاں ، جدید ترین اسلحہ جات کے ذریعہ طویل جنگ اس پر مستزاد عالمي پروپیگنڈہ بھي ایران کا کچھ نہ بگاڑ سکا

۔آٹھ سال تک طویل جنگ لڑنے کے باوجود بھي ایران کي ایک انچ زمین حاصل نہ کي جا سکي ۔ یہ کوئي معمولي کارنامہ نہیں ہے بلکہ یہ ایک عظیم کارنامہ ہے ۔

یہ عظیم کارنامہ اس انقلاب اور اس نظام حکومت کي ہي برکت تھي کہ ایران و عراق کے مابین ۸ سالہ جنگ ختم ہوئي اور ایک مرتبہ پھر ملک کي ترقي اور فلاح و بہبود کے لئے کوششیں شروع کر دي گئیں ۔ آج آپ ملک کے کسي بھي گوشے میں چلے جائیں آپ کو ایسے افراد مل جائیں گے جو ملک کي آئندہ خوشحالي کے لئے کوشاں ہیں۔ ملت ، قوم ، افسران بالا وغیرہ سبھي اس سمت میں جد و جہد کر رہے ہیں ۔ یہ اس انقلاب کا اثر ہے اور یہ آئندہ بھي دوام حاصل کرے گا ۔ ملک کي خوشحالي ، رفاہ اور فلاح و بہبود کے لئے شروع کي گئي یہ تحریک مستقبل میں بھي باقي رہے گي ۔ ہماري قوم کسي بھي صورت میں میدان چھوڑ کر فرار اختیار نہیں کر سکتي ۔

یہ سب دین کي برکتیں ہیں ۔ یہ انقلاب ، دین و مذہب سے جدا انقلاب نہیں ہے ۔ یہ سیاسي پارٹیوں اور مختلف اشخاص کے نظریات پر مبني انقلاب نہیں ہے بلکہ ایک ایسا انقلاب ہے جو ایک متدین اور مذہبي قوم کے ذریعہ عالم وجود میں لایا گیا ہے ۔ لہذا اس انقلاب کا اصل عنصر بھي یہي ہے ۔

ہمارے معاشرے کي سعادت کا راز خدا پر ایمان

ملت ایران بنام اسلام رو بہ ترقي ہے اور اسلام ہي کي خاطر جد و جہد کر رہي ہے اسي بنا پر یہ عظیم واقعہ بھي رونما ہوا کہ عصر حاضر میں دین خدا اور اسلامي تعلیمات کي اساس پر ایک نظام حکومت و معاشرہ کي بنیاد پڑي ۔ مادي وسائل کے ذریعہ کسي بھي قیمت پر یہ چیز ممکن نہیں تھي ۔ اسلامي اقوام ، ایران کي اس اسلامي تحریک کي طرف شدت سے مائل ہیں ۔ یہ مبالغہ نہیں ہے بلکہ ایک حقیقت ہے ۔ اس اسلامي مملکت کے خلاف وسیع پیمانے پر پروپیگنڈہ کے با وجود ہم دیکھ رہے ہیں کہ مسلمان قومیں ایران کے اسلامي انقلاب کے متعلق پر امید ہیں اور اسي لئے اس سمت میں حرکت بھي کر رہي ہیں ۔ آج دنیا میں شاید ہي کوئي مسلمان قوم ہو جو اس اسلامي تحریک سے متاثر نہ ہو ۔

مسلمان قوموں میں اس انقلاب سے متعلق یہ امید و تمائل اسي صورت میں باقي رہ سکتا ہے جب ہم دین خدا پر ایمان رکھتے ہوئے ذرہ برابر انحراف کا شکار نہ ہوں۔ عالمي طاقتوں ، عالمي مسائل ، ملکي سیاست ، خارجي و داخلي سیاست سے بھي ہم مذکورہ صورت میں ہي مقابلہ کر سکتے ہیں ۔

ہمیں چاہیے کہ معاشرے سے اس راز سعادت یعني ایمان بہ خدا کو اپني زندگي اور معاشرے میں لحہ بہ لحہ قوي اور مستحکم کریں ۔ ملک و ملت کو اسلامي تعلیمات کي طرف بیشتر راغب کریں ۔ معاشرے کے جوان طبقے کو اسلامي تعلیم و تربیت پر عمل پیرا ہونے کي عملي دعوت دیں ۔ ہماري دانشگاہوں کا فریضہ ہے کہ وہ جوانوں کو نہ فقط عالم بلکہ مسلمان عالم با عمل بنا کر معاشرے میں پیش کریں

اوریہي اسکول وکالج وغیرہ کي بھي ذمہ داري ہے ۔ غیر ازیں یہ بھي ہماري ذمہ داري ہے کہ معاشرے میں اسلامي تعلیمات کو اس قدر رائج کریں کہ دوسري تمام تعلیمات و افکار ماند پڑ جائیں ۔

خدا پر ایمان اسلامي فوج کا امتیاز

اگر چہ فوج کے لئے اسلحہ وغیرہ بنیادي ضرروتوں میں سے ہے لیکن وہ چیز جو ہماري اسلامي فوج کو دوسري افواج سے متمائز کرتي ہے وہ خدا پر ایمان ، فرمان الھي کي انجام دہي اور جہاد في سبیل ا؟ کا احساس ہے ۔ یہ وہ اصل عنصر ہے کہ اگر اس کو جدا کر دیا جائے تو ہماري اسلامي فوج بھي دوسرے ممالک کي افواج کي طرح فقط افراد پر بني فوج ہو کر رہ جائے گي یعني اگر اسلحہ جات ، افراد ، استعداد وغیرہ پر تسلط حاصل ہو گیا تو ممکن ہے کہ استقامت پیدا ہو جائے لیکن اگر دشمن کي طاقت ہم سے ذرا سي زیادہ ہو گئي تو ممکن نہیں ہے کہ ہم مقابلہ کر سکیں ۔

آج ہم سب پر واضح ہے کہ اسلام دشمن طاقتیں تعداد اور افراد یعني مادیات کے لحاظ سے اسلامي مملکت اور افواج سے قوي تر ہیں ۔ قوي تر اس صورت میں ہیں جب ہم ایمان کو اسلامي افواج سے خارج کر دیں لیکن اگر ایمان کو مد نظر رکھ کر دیکھا جائے تو دنیا کي بڑي سے بڑي طاقت اسلامي لشکر کا مقابلہ نہیں کر سکتي ۔یہي وہ عنصر ہے جس کو ہمیں اپني فوج میں راسخ کرنا ہے ورنہ ظاہري قدرت و طاقت کوئي ایسي چیز نہیں ہے جس میں ہم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے کیونکہ صرف اتنا ہي تو ہے کہ یہ طاقتیں ہم سے اس میدان میں آگے ہیں۔ اگر ہم کوشش کریں تو اس میدان میں ہم بھي ان کا مقابلہ کر سکتے ہیں ۔ ایمان ایک ایسا عامل اور ایک ایسا عنصر ہے جو ہمارے قبضہ قدرت میں ہے ۔ہمیں چاہیے کہ ہم اسے اپني دفاعي افواج کي رگ رگ میں داخل کر دیں ۔

ہمارے انقلاب کي تاریخ ہے کہ ہم جب بھي فاتح ہوئے اسي ایماني قوت کي بنا پر اور جب بھي ہم نے دشمن کے ہاتھوں شکست کھائي اسي ایمان کے نہ ہونے کي بنا پر ۔ اگر عراق کے خلاف ہماري دفاعي جنگ میں کئے گئے ہمارے مختلف فوجي آپریشن کا تجزیہ کیا جائے تو نتیجہ وہي بر آمد ہو گا جو ذکر کیا جا چکا ہے ۔ جہاں جہاں ہمارے قلوب حرارت ایماني سے شعلہ ور تھے وہاں وہاں ہم نے تمام رکاوٹوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا تھا اور جس جس مقام پر ہم نے مادیات اور ظاہري فتوحات کي طرف مائل ہو کر فرمان الھي اور احکام شرعي کو پس پشت ڈال دیا تھا اس اس مقام پر مغلوب ہو گئے تھے ۔

خدا کے ساتھ رابطے کي برقراري ہم سب کي ذمہ داري ہے

اس مقام پر ہمارے لئے ضروري ہے کہ ہم اپني ذمہ داریوں کي شناخت حاصل کریں ۔ ہم میں سے ہر فرد کي ذمہ داري ہے کہ خدا پر ایمان اور خدا کے ساتھ رابطہ کو برقرار رکھے اور کسي بھي قیمت پر اس کو منقطع نہ ہونے دے ۔ خدا کے ساتھ ارتباط و رابطہ سے

مراد یہ ہے کہ ہم اپنے قلب ، عمل ، اخلاق ، رفتار و گفتار کو رضائے الہي کے مطابق قرار دیں ۔ خودپرستي ، دروغ گوئي ، تہمت ، فریب ، نفس پرستي و خواہشات نفساني سے پرہیز کریں ۔ یاد خدا ، ذکر خدا ، توجہ بہ خدا ، نفس امارہ کي مخالفت اور عبادت حقیقي کو روز بروز اپنے اندر قوي سے قوي تر کریں ۔ یہي ہم سب کي ذمہ داري ہے ۔

گذشتہ ۲۰، ۲۵ برسوں میں ہماري ملت کے اسلامي مجاہدین کي شجاعت ، قدرت توانائي ، ایثار ، روحي استقلال ، خوداعتمادي اور خدا پر توکل وغیرہ کے متعلق جو کچھ گزرا ہے وہ کسي بھي طرح قابل تعریف نہیں ہے ۔ ہماري ملت کے شجاع مردوں اور غیور عورتوں نے دور حاضر کي عالمي طاقتوں کے جدید ترین اسلحوں کا مقابلہ کیا ہے اور انہیں ناکارہ بنا دیا ہے ۔ ان واقعات کا بیان آخر کس طرح کیا جا سکتا ہے ! ان واقعات کو قلم و کاغذ کے ذریعہ مقید نہیں کیا جا سکتا بلکہ یہ ان سے بھي ماورائ چیزیں ہیں ۔

ایماني قوت کے مقابل استکباري قوت کي کوئي حیثیت نہیں ہے

دور حاضر کے عالمي استکبار کے پاس کیا ہے ؟ آخر امریکہ کے پاس کیا ہے کہ مختلف ممالک اور حکومتوں پر اپنا حکم چلاتا ہے ؟ مادي اسلحہ ، پیسہ ، ایٹم بم ، جنگي جہاز ، جدید ٹیکنالوجي .... اور کیا ہے ؟ لیکن یہ کہا جا سکتا ہے کہ ظاہري قدرت کے لحاظ سے یہ چیزیں یقینا اہمیت کي حامل ہیں لیکن ایمان کے مقابلے میں ان کے پاس کیا ہے ؟ ایمان ایک ایسي طاقت ہے کہ امریکہ کي ساري ظاہري توانائي و طاقت بھي اس طاقت کے مقابلے ییصفر ہے ۔

بحمدہ تعالي ہماري ملت اس ایماني قوت سے مالا مال ہے اوریہي وجہ ہے کہ ساري دنیا میں ظاہري طاقتیں مل کر بھي ایران کے اسلامي انقلاب کو مغلوب نہیں کر سکتیں ۔ ملت ایران اس عمیق ایمان کي بنا پر ایک مغلوب نہ ہونے والي ملت ہے ۔ کوئي طاقت اس ملت کو شکست نہیں دے سکتي ۔ نہ خارجي دشمن اور نہ داخلي دشمن ۔

نصرت خدا اور مومنین پر اعتماد

اہم امور کے سلسلے میں فقط خدا کي نصرت اور عوام الناس کے ایمان پر تکیہ کرنا چاہیے ۔ ظاہري طاقت و قوت ، اسلحہ ، پیسہ وغیرہ کسي خاص اہمیت کے حامل نہیں ہیں ۔ البتہ اس بات کا بھي خیال رکھنا چاہیے کہ نصرت الہي اور عوام الناس کا ایمان ایک دوسرے کے مساوي نہیں ہیں یعني جب ہم خدا اور نصرت خدا پر بھروسہ کریں گے تو خود بخود لوگوں کے قلوب خداوند عالم کي طرف مائل ہو جائیں گے ۔

خداوند تبارک و تعالي نے رسول گرامي کو عظیم ترین ذمہ داریاں عطا کرنے کے بعد فرمایا ؟ ﴿ھو الذي ایدک بنصرہ و بالمومنین﴾ (سورہ انفال ٦٢) یعني اسي نصرت خدا اور مومنین کي امداد نے تمہیں آگے بڑھنے میں مدد کي ہے ۔ یہي وجہ ہے کہ ہمیں

یقین ہے کہ جب ظاہري طاقتیں حق کے مقابل آتي ہیں تو ہیچ ہوجاتي ہیں ۔ اگر باطل سے بے اعتنائي برتي جائے اور اپنے ارادے اور نصرت خدا کے سہارے اس کا مقابلہ کیا جائے تو باطل کچھ نہیں کر سکتا ۔ جب کبھي بھي عوامي طاقت کے ذریعہ مقابلہ کیا جائے گا باطل خود بخود عقب نشیني اختیار کرنے پر مجبور ہو جائے گا ۔

اس ایمان کو قوي اور مستحکم ہونا چاہیے اور ملت کو اپني ایماني طاقت کے سہارے پیش قدمي کرنا چاہیے یعني نصرت الہي پر اعتماد کرتے ہوئے آگے بڑھنا چاہیے۔ مشکلات و مسائل سے خوفزدہ نہیں ہونا چاہیے تاکہ دشمن ہمارے اندر خود کو نافذ نہ کر سکے ۔ ماضي میں ایسے افراد تھے جو نہایت سطحي افکار کے حامل تھے اور فقط ظاہر کو دیکھ کر فیصلہ کر لیا کرتے تھے البتہ ان افراد کو متہم نہیں کیا جا سکتا لیکن اتنا ضرور ہے کہ یہ افراد باور نہیں کرپاتے تھے کہ ہماري قوم بھي دشمن کا خاطر خواہ مقابلہ کر سکتي ہے لیکن وہ شخص جو تاریخ اور سنت الہي سے آشنا ہے وہ مقاومت کرتا ہے اور اپنے ارادے کو قوي و مستحکم بنائے رکھتا ہے ۔

اسلام پر ایمان

اسلامي دنیا میں جو اہم ترین حادثات و واقعات رونما ہوئے ہیں ان میں کلیدي کردار اسلام پر ایمان ہے ۔ چونکہ ہم اسلام کي خاطر فداکاري اور ایثار کرتے ہیں لہذا خداوند عالم بھي ہماري نصرت کرتا ہے ۔ جمہوري اسلامي ایران چونکہ خدا ، اسلام اور قرآن کي پیرو ہے لہذا دنیا کي دوسري اقوام بھي ایراني قوم کو احترام کي نگاہ سے دیکھتي ہیں ۔

امام خمیني ۲ چونکہ صادقانہ اور مخلصانہ طور پر اپني تحریک کو لے کر آگے بڑھے تھے اسي لئے دنیا میں اُنکا ایک اہم اور محترم مقام بنا اور اسي لئے دنیا کو متاثر کر سکے تھے ۔یہي وجہ تھي کہ خداوند عالم نے بھي ان کي مدد فرمائي اور دور حاضر کا اتنا بڑا کارنامہ انجام دے دیا ۔

اسلامي انقلاب کي کامیابي کا راز اب تک جو ہم کشف کر سکے ہیں وہ ایمان ہے اوریہي وہ راز ہے جس کي تہہ تک ہمارے دشمن یعني دنیا بھر کي استکباري طاقتیں پہنچ گئي ہیں ۔ اوائل اسلام اور رسول اکرم کے زمانے کي طرح ایک بار پھر دشمن اپني تمام تر قوت و طاقت کے ساتھ ہمارے اس ایمان سے نبرد آزما ہے ۔ لہذا دشمني کي اصل وجہ ایمان ہے ۔ آج دنیا سمجھ گئي ہے کہ ایران اسي ایمان کي بنا پر متحد رہے گا اور اپنے رہبر کا انتخاب کرے گا ۔یہي ایماني قوت ہے جس کي بنا پر ایران کسي بھي طاقت سے زیادہ خوف زدہ نہیں رہتا ہے ۔ ایران کي ترقي ، عروج ، فلاح و بہبود سب کچھ اس ایمان کي وجہ سے ہے ۔ لہذا آج دنیا ہمارے ایمان ، ہمارے مذہب کي وجہ سے ہماري مخالف ہو گئي ہے اور چاہتي ہے کہ کسي نہ کسي طرح اسلام و اسلامي انقلاب کو مخدوش کر دیا جائے ۔ اپنے خیا ل میں وہ لوگ ہمیں برا بھلا کہتے ہیں ، ہمیں قدامت پسند کہتے ہیں در حالیکہ اس صورت میں وہ ہماري تعریف ہي کرتے ہیں ۔

ہمیں فخر ہے کہ ہم اسلامي اصول و تعلیمات کي طرف پلٹ آئے ہیں ۔یہي ہماري بلندي و قدرت کاراز ہے ۔ گذشتہ چند برسوں کے دوران دنیا بھر نے ہمارے خلاف پروپیگنڈہ کیا ہے ۔ ہماري ملت ایسے افراد کو کسي بھي صورت میں معاف نہیں کر سکتي جو کسي نہ کسي صورت میں اسلام کي اہانت کرتے رہے ہیں ۔ اسلام و ایمان ہماري عزت اور ہماري نصرت ہے ۔یہي اسلام و ایمان ہماري دنیا و آخرت کا ضامن ہے ۔

اسلامي انقلاب اور خدا پر ایمان

دنیا کے دوسرے انقلابوں کے بر خلاف ہمارا اسلامي انقلاب ایمان الہي کي بنا پر عالم وجود میں آیا ہے ۔یہي وجہ ہے کہ انقلاب کے حامي اور پیرو دنیا کي کسي بھي مادي طاقت کے آگے سر خم نہیں کرتے ؟﴿و یستبشرون بالذین لم یلحقوا بھم من خلفھم الا خوف علیھم و لا ھم یحزنون﴾(سورہ آل عمران ۱۷۰)

اسلامي ، الہي اور معنوي ایمان کي خصوصیت ، خدا پر کامل ایمان ہے ۔ یہ ایمان اولاً اس بات کا موجب ہوتا ہے کہ انسان دشمن سے خوف زدہ نہ ہو اور ثانیاً ایسا انسان جو خدا کا معتقد ہے ، اپني تکلیف اور ذمہ داري انجام دیتا ہے اور نتیجے کي پرواہ نہیں کرتا یعني اگر قتل کر دیا تب بھي فاتح اور اگر زندہ بچ گیا تب بھي فاتح ۔ ایسا شخص چونکہ مخلصانہ کام کرتا ہے لہذا خداوند عالم اس کي کوشش رائگاں نہیں جانے دیتا۔ ایک نہ ایک دن اس کا خون رنگ لاتا ہے اور نتیجہ ظاہر ہو جاتا ہے ۔
ایک مومن اس طرح سوچتا ہے ۔ امام خمیني ۲، اس انقلاب کے باني ، اسي نظریے کے معتقد تھے ۔ اسي لئے آپ جنگ ، سیاست ، اقتصادیات ، سماجیات وغیرہ کسي بھي میدان میں کبھي بھي تذبذب کا شکار نہیں ہوتے تھے ۔

امام خمیني ۲ کا راستہ اور منزل واضح تھي ۔ لہذا بغیر کسي تردید و تذبذب کے استقامت کے ساتھ انقلاب کو اس کي منزل مقصود تک پہنچا دیا ۔

قربت خدا اور ہماري اسلامي حکومت

ہم سب ہي کي سعي و کوشش یہ ہوني چاہیے کہ خدا کو اپنے سے راضي کر سکیں ۔ ہماري اور ہمارے انقلاب کي کامیابي کا راز بھي یہي ہے ۔ ایک ایسا نظام کہ ساري دنیا کي مادي طاقتیں جس کي مخالفت کر رہي ہیں اور چاہتي ہیں کہ اس کو نیست و نابود کر دیں ، بحمد ا? روز بروز مستحکم اور قوي ہو رہا ہے ۔ اگر ایران میں اسلامي نظام کے علاوہ اور کوئي دوسرا نظام ہوتا تو نہ جانے کب کا گزشتہ تاریخ ہوگیا ۔

ہم نے گذشتہ ۲۰ ، ۲۵برسوں میں کبھي بھي اپنے اصولوں کي پامالي نہیں کي ہے ۔ ہمارے جو اصول اوائل انقلاب میں تھے ، آج بھي وہي ہیں اور انشائ ا... ہمیشہ رہیں گے ۔ موجودہ اسلامي نظام حکومت کي استقامت اسي قربت خدا کي بنا پر رہي ہے ۔

آج دنیا کے مختلف ممالک میں ایران کے اسلامي انقلاب کے نام پر نعرے لگائے جا رہے ہیں ۔ ہم یورپ ، افریقہ ، ایشیا وغیرہ کے مسلمانوں سے ایسے کون سے رابطے مستحکم کر سکے ہیں کہ امام خمیني ۲ کي تاسف آور رحلت کے بعد ان مسلمانوں نے ہم سے اظہار ہمدردي کیا تھا ؟ امام خمیني ۲ کي رحلت کے بعد ایک ایراني وفد کسي دوسرے ملک گیا ہوا تھا ۔ وہاں کي عوام نے اس گروپ کا استقبال اس طرح کیا کہ ان کے ہاتھ پشت گردن پر تھے اور وہ سب گریہ و زاري کر رہے تھے ۔ ہم میں اور دوسرے ممالک کے مسلمانوں میں یہ رابطہ کس نے ایجاد کیا ؟ ہم نے ؟ قطعاً نہیں ، ہمارے اور ان کے درمیان یہ روحي و قلبي رابطہ خداوند عالم نے خلق کیا ہے ۔

قرآن کریم میں خداوند عالم نبي کریم سے فرما رہا ہے ﴿لو انفقت ما في الارض جمیعاً ما الفت بین قلوبھم﴾ (سورہ انفال ۶۳) یعني اے رسول ! اگر تم دنیا کي ساري دولت خرچ کر دیتے تب بھي تم لوگوں کے قلوب کو نزدیک نہیں لا سکتے تھے ۔ اسي طرح اگر دور حاضر میں ہم بھي اپني ساري دولت خرچ کردیں تب بھي ہمارے اندر اتني صلاحیت نہیں ہے کہ لوگوں کے درمیان روحي و قلبي ارتباط قائم کرسکیں ۔ چونکہ فقط خدائے تبارک و تعالي سے قرب ہي لوگوں کے درمیان رابطہ و محبت کا باعث بنتا ہے ۔

اسلام دین توحید ہے توحید یعني خدائے بزرگ کے ماسوا کسي کي عبادت نہ کرنا ، کسي کے آگے سر تسلیم خم نہ کرنا یعني نظام و حکومت بشري کا گریباں چاک کردینا اور شیطاني و مادي طاقتوں کے طلسم کو ختم کر دینا ۔

توحید یعني خدا کے ذریعہ دئیے گئے مظلوم کي ظالم پر فتح کے سلسلے میں وعدے پر یقین کامل رکھنا ، رحمت خدا سے پر امید ہونا اور شکست کے احتمال سے نہ گھبرانا ۔ توحید یعني خدائے عزو جل پر اعتماد ، یقین اور بھروسہ ۔

حیات طیبہ اور اسلام

آپ جس وقت عبادت خدا انجام دیتے ہیں ، نماز پڑھتے ہیں ، کسي غریب کي مدد کرتے ہیں یا کوئي دوسرا نیک عمل انجام دیتے ہیں تو آپ کو اندروني لذت حاصل ہوتي ہے ۔ یقینا آپ نے اس روحاني لذت کا احساس کیا ہو گا ۔ یہ احساس کسي مادي فعل کي انجام دہي کے ذریعہ حاصل نہیں کیا جا سکتا ۔ اس احساس کا مشاہدہ فقط وہي افراد کر سکتے ہیں جو خدا پر اعتقاد رکھتے ہیں ۔ ہر مومن کي زندگي میں اس طرح کے واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں ، کسي کي زندگي میں کم اور کسي کي زندگي میں زیادہ ۔ بعض اوقات انسان ایسي حالت میں پہنچ جاتا ہے کہ اپني اس حالت کو برقرار رکھنے کے لئے وہ اپنا سب کچھ قربان کر سکتا ہے ۔ البتہ انسان کي مادي زندگي اس کو اس روحاني حالت سے باہر نکال دیتي ہے اور اسي لئے یہ روحاني حالت شاذ و نادر ہي حاصل ہو پاتي ہے ۔

وہ افراد جو خدا پر ایمان کامل نہیں رکھتے ہیں اس طرح کي روحاني کیفیات سے لطف اندوز نہیں ہو سکتے ۔ ایسے نہ جانے کتنے افراد ہوں گے کہ مادي زندگي گذارنے کي بنا پر انھوں نے اپني ساري زندگي میں ایک دفعہ بھي اس لذت بخش کیفیت کا احساس نہیں کیا ہوگا ۔

اسلام اسي ہدف کے تحت نازل کیا گیا تھا کہ انسان کو اس عظیم مقام کي طرف لے جائے جو اس کي منزل مقصود ہے ۔ اسلام قلوب کو منور و روشن کرنے آیا تھا ، برائیوں کي جگہ نیکیوں کو رائج کرنے آیا تھا کہ ان راہوں سے ہم مذکورہ روحاني و معنوي لذت کا احساس کر سکیں اور نہ فقط محراب عبادت میں بلکہ اپني روزمرہ زندگي میں بھي یعني ہر طرح کے امور میں یاد خدا کو فراموش نہ کریں ۔

اگر دنیا میں ایسے افراد پیدا ہو جائیں کہ جن کا سارا ہم و غم یاد خدا ہو تو ہر طرح کا ظلم و جور ، ناانصافي ، جنگ ، فساد وغیرہ خود بخود ختم ہو جائیں گے ۔ اگر ایسے افراد پیدا ہو گئے تو ان کي حیات کو بھي حیات طیبہ کہا جاسکتا ہے ۔ لیکن حیات طیبہ سے مراد یہ نہیں ہے کہ انسان فقط عبادت گذار ہو ، نماز بجا لاتا ہو ، روزہ رکھتا ہو وغیرہ وغیرہ اور بقیہ امور زندگي سے قطع نظر کر لے بلکہ حیات طیبہ سے مراد یہ ہے کہ دنیا و آخرت میں باہمي امتزاج پایا جاتا ہو ۔

حیات طیبہ سے مراد یہ ہے کہ اگر ایک ملت اپني ترقي و فلاح و بہبود کے لئے کوشش کر رہي ہے ، معاشیات ، سماجیات ، تعلیم ، ٹیکنالوجي وغیرہ جیسے میدانوں میں کام کر رہي ہے تو ضروري ہے کہ ساتھ ہي ساتھ اس ملت کے قلوب یاد خدا سے مملو بھي ہوں یعني دنیاوي و اخروي امور کے ساتھ ساتھ خدا سے رابطہ بھي برقرار رہے ۔یہي اسلامي حکومت کا ہدف ہے ۔یہي وہ ہدف ہے کہ جس کے لئے انبیائے کرام کي طویل فہرست نازل کي گئي ، اسلام نازل کیا گیا ، قرآن نازل کیا گیا ، مصلحان عالم نے بھي اسي ہدف کو بیان کیا ۔ گذشتہ ۱۰۰ ، ۱۵۰ برسوں میں مختلف اسلامي شخصیات نے بھي اسي جانب توجہ دلائي ہے۔

اسلام اور حیات طیبہ

ہمارے تمام مشخص اہداف فقط ایک لفظ، اسلام میں سمٹے ہوئے ہیں ۔ اسلام فقط ایک عقیدہ کا نام نہیں ہے بلکہ اسلام یعني حیات طیبہ ۔ جس وقت نظام اسلامي اور حیات اسلامي کا ذکر آتا ہے تو اس وقت مراد یہي ہوتي ہے کہ یہ ایک ایسا نظام ہے جس میں بشري ضرورتوں اور اس کے کمال کے لئے تمام احکامات .بیان کر دئے گئے ہیں یعني یہ ایسا نظام ہے جس میں مادي اور معنوي و روحي تمام ضروریات کا لحاظ رکھا گیا ہے ۔ اسلام نے اس کو ثابت بھي کر دیا ہے کہ اگر معاشرہ اسلامي عقائد کا تابع ہو اور اسلامي تعلیمات پر عمل پیرا ہو تو اسلام ہر موقع پر اس معاشرہ کا دفاع کر سکتا ہے ۔

آج ساري دنيا فقط اسي وجہ سے ہماري دشمن ہے کہ ہم تابع اسلام ہيں ﴿و ما نقموا منهم الا ان يومنوا با؟ العزيز الحكيم﴾ (سورہ بروج ۸) ليکن يہ بھي حقيقت ہے کہ اس پر آشوب دور ميں اگر ہم کو کوئي پناہ گاہ حاصل ہو سکتي ہے تو وہ فقط اسلام ہے۔ اسي اسلام کے دائرے ميں رہ کر ہم اپني شخصيت ، کردار اور حيات طيبہ کي حفاظت کر سکتے ہيں۔

اسلام ميں انساني رشد و کمال کے تمام عناصر کا وجود

اسلام کي اہم ترين خصوصيت يہ ہے کہ اس ميں انسان کے رشد و کمال کے تمام ترعناصر خواہ مادي ہو يا معنوي ، موجود ہيں يعني اسلام ميں ﴿خلق لكم ما في الارض جميعاً﴾ اور ﴿قل من حرم زينة الله اخرج لعباده﴾ کے علاوہ رسول اکرم کے ذريعہ ايک کاريگر کا ہاتھ چومنا اور خود امير المومنين کا کسب معاش کرنا پايا جاتا ہے۔ اسلام نے يہ بھي کہا ہے کہ اگر کوئي شخص کسب معاش نہ کرے تو اس کي دعائيں مستجاب نہيں ہوتي ہيں۔ رسول اکرم کے زمانے ميں کچھ لوگ ؟ و من يتوکل علي ا؟ فھو حسبہ ؟ پر تکيہ کرتے ہوئے خانہ نشين ہو گئے تو آپ نے فرمايا : خدا تم لوگوں کي کوئي دعا مستجاب نہيں کرے گا۔ آخر تم لوگ يہ کيا کر رہے ہو ؟

رسول اکرم نے ايسا کيوں فرمايا ؟ اس لئے تاکہ معاشرہ معاشي اعتبار سے بھي وسعت پيدا کرے۔ اگر اوائل اسلام (جب اصحاب صفہ مسجد ميں زندگي بسر کر رہے تھے)اور اسلام کے پچاس سال کے بعد کي اجتماعي زندگي کا تقابل کيا جائے تو واضح فرق نظر آتا ہے۔ يہ بعد کا زمانہ وہ زمانہ تھا جب معاشرہ ہر طرح کي معاشرتي۔ اقتصادي نعمتوں سے پر تھا۔ ہر طرف خوشحالي تھي ، ہر طرف ترقي و رشد تھا۔ يہ ترقي و رشد اسي بنا پر تھا کہ اسلام نے زندگي کے ہر شعبے پر نظر رکھي ہے۔ مادي زندگي کے علاوہ روحاني اور معنوي زندگي کا بھي خيال رکھا ہے۔ قرآن فرماتا ہے (﴿قل ما يعبوا بكم ربي لولا دعائكم يا و قال ربكم ادعويي استجب لكم﴾'') يعني دعا کرو تاکہ خدا تمہاري دعاوں کو مستجاب کرے گا۔

روحاني و معنوي زندگي فقط اور فقط قرب خدا کے ذريعہ حاصل کي جا سکتي ہے۔ جس لمحے انسان خدا سے غافل رہے گا اس لمحے اس کا قلب مردہ ہو جائے گا اور روح مردہ ہو جائے گي اسي طرح جس لمحے قرب خدا حاصل ہو جائے گا اس لمحے قلب و روح بھي زندہ ہو جائيں گے۔ ورنہ قلب ہميشہ ہميشہ کے لئے مر جائے گا اور ايک وقت وہ بھي آئے گا جب قلب ، پتھر کي شکل اختيار کر لے گا۔ قرآن کريم فرماتا ہے ﴿آ لم يان للذين آمنوا ان تخشع قلوبهم لذكر ا﴾ (سورہ رعد ۲۸)

اسلام جہاں مادي اور معاشي رشد و ترقي کي طرف ترغيب دلاتا ہے وہيں يہ بھي کہا جا سکتا ہے کہ يہ معاشي اور مادي رشد و ترقي قرب خدا اور رضائے خدا حاصل کرنے کے لئے کي جانا چاہيے۔ انسان کوئي بھي فعل انجام دے اس کے پيش نظر خدا اور ياد خدا ہوني چاہيے۔ اسلام مادي ، معنوي و روحاني زندگي کو ساتھ ساتھ لے کر چلتا ہے۔

اسلام کسي ايک زمانے سے مختص نہيں

قرآن مجيد ميں خدا وند عالم ارشاد فرماتا ہے ﴿هو الذي بعث في الاميين رسولاً منهم يتلو عليهم آياته و يزكيهم و يعلمهم الكتاب و الحكمة﴾ (سورہ جمعہ ۲) اس آيت سے مراد يہ نہيں ہے کہ دين خاتم اور رسول خاتم کے آنے سے بشر مکمل طور پر تزکيہ نفس حاصل کرلے گا يا حاصل کر ليا ہے ۔ اس سے مراد يہ نہيں ہے کہ نزول قرآن کے بعد بشر ظلم ، شقاوت ، نا انصافي کو يکسرے خدا حافظ کہہ دے گا بلکہ حقيقت اس کے برخلاف ہے۔ تاريخ شاہد ہے کہ طلوع اسلام کے بعد دنيا ميں حتي اسلامي معاشرہ ميں دو تين دہائياں گذرنے کے بعد بشريت پر ظلم ہوا ، بشر منحرف ہوگيا ، باطل غلبہ پا گيا وغيرہ وغيرہ ۔

لہٰذا اس آيت سے مراد يہ نہيں ہے کہ رسول کي بعثت کا ہدف نجات انسان ہے ، بلکہ مراد يہ ہے کہ رسول اور اسلام نے جو کچھ بھي بشريت کو عطا فرمايا ، وہ ايک ايسا شفا بخش نسخہ ہے جو ہر زمانے کے مريض کي دوا ہے ۔ ايک ايسا نسخہ ہے جو جہالت ، ظلم يا نا انصافي ، بد اخلاقي جيسے تمام امراض کا علاج ہے ۔

دوسرے تمام نسخوں کي طرح ، اگر اس نسخے پر بھي عمل ہوگيا تو بشريت نجات پا سکتي ہے ورنہ وہي ہوگا جو کسي ڈاکٹر کے تشخيص دادہ نسخہ پر عمل نہ کرنے کي بنا پر ہوتا ہے ۔ کسي اسپيشلسٹ ڈاکٹر کے بہترين نسخے تجويز کرنے کے بعد اگر اس نسخے پر عمل پيرا نہ ہوا جائے اور مرض سے افاقہ نہ ہو تو اس ميں ڈاکٹر کي کيا خطا ہے ؟

صدياں گذر چکي ہيں ، مسلمان قرآن مجيد کو فراموش کر چکے ہيں ، زندگي ميں قرآن کے لئے کوئي مقام نہيں ہے ، قرآن پر عمل نہيں ہو رہا ہے يا قرآن کو تحريف کر ديا گيا يا غلط تفسير کر دي گئي ہے ، قرآن کو اگر سمجھ بھي ليا گيا ہے تو اقدام کرنے کي جرآت نہيں ہے ۔ اگر رسول اکرم کے زمانے ميں بھي رسول کے فرامين پر عمل نہ کيا جاتا تو کسي بھي صورت ميں معاشرہ کي حالت تبديل نہيں ہو سکتي تھي ۔

اسلام اور عالم اسلام کے مسائل

عرب کے جاہل معاشرہ ميں پائے جانے والے اکثر مسائل آج دوبارہ عالم اسلام ميں اپني جگہ بنا چکے ہيں يا بنا رہے ہيں ۔ غربت ، جہالت ، پسماندگي ، بد اخلاقي ، باہمي اختلافات آج کے مسلم ممالک کا خاصہ ہيں ۔ آج دنيا ميں ايک ارب سے زيادہ مسلمان موجود ہيں۔ يہ ايک اتني بڑي تعداد ہے کہ موجودہ دنيا ميں اپنا تشخص قائم کر سکتي ہے ، اپني بات منوا سکتي ہے ليکن حقيقت اس کے برخلاف ہے ۔ مسلمانوں کے باہمي مسائل خود ہي اتنے زيادہ ہيں کہ وہ انھيں ميں الجھے رہتے ہيں جب کہ اس ايک ارب آبادي ميں علمائ بھي ہيں اور دانشمند بھي ۔ يہ افراد کيا کچھ نہيں کر سکتے ؟ بہت کچھ کر سکتے ہيں ليکن شرط يہي ہے کہ تعليمات رسول اکرم اور قرآن پر عمل کيا جائے ۔

اسلام باعث عزت و افتخار

اسلام انسان کو عزت بخشتا ہے ۔ انسان جب اپنے وجود ميں عزت کا احساس کرتا ہے تو کسي بھي قيمت پر دوسروں کے آگے دست درازي نہيں کرتا ، دشمن کے آگے سر تسليم خم نہيں کرتا ۔ آج ہم مشاہدہ کر رہے ہيں کہ دنيا کي مختلف اسکتباري طاقتيں مخصوصاً امريکہ مختلف ممالک اور اقوام کو اپنا غلام بنائے ہوئے ہيں اس کي وجہ فقط اور فقط ان محکوم ممالک اور اقوام ميں عزت نفس کا نہ ہونا ہے ۔ سب سے پہلے ان قوموں کو اسلام اور ان کي تاريخ و تہذيب سے دور کيا جاتا ہے اور پھر ان کو باطل افکار و عقائد کا تابع بنا ديا جاتا ہے ۔ يہ ايک ايسي روش ہے جس پر ساري دنيا سے عمل کر واياجارہا ہے ليکن ايک ايسي قوم جس ميں قلبي اور حقيقي ايمان پايا جاتا ہے کسي بھي قيمت پر ان شيطاني طاقتوں کي پيروي نہيں کرتي اور اپنے معاملات و مسائل کو استقلالي طور پر خود حل کرتي ہے ۔

اسلام محمدي اور امريکي اسلام

بحمد ا? ہماري راہ و منزل اسلامي ہے ۔ ہمارا راستہ وہ اسلامي راستہ ہے جس سے دشمن ہميشہ خوف زدہ رہتا ہے اور اس کے برعکس مظلوم و کمزور افراد پر اميد اور خوش رہتے ہيں ۔ اسلام اگر فقط ظاہري اسلام رہ جائے تو دشمن کا آلہ کار بن جاتا ہے ۔يہي وہ اسلام ہے جس کے بارے ميں امام خميني ۲ نے بارہا کہا

تھا کہ يہ امريکي اسلام ہے ۔ہم اس ظاہري اسلام يعني امريکي اسلام کو قطعاً قبول نہيں کرتے ہيں ۔

اسلام محمدي وہ اسلام ہے کہ ساري دنيا ميں ابو جہلانہ طاقتيں اس سے خوف زدہ رہتي ہيں ۔ اگر کسي جگہ اسلام سے ابو جہل اور ابو سفيان کي موجودہ طاقتيں خوف زدہ نہ ہوتي ہوں تو ہميں ايسے اسلام کي طرف شک کي نگاہ سے ديکھنا چاہيے ۔ اگر کہيں مظلوم اور ناتواں افراد اسلام کي طرف پر اميد نگاہوں سے نہ ديکھتے ہوں تو بھي ايسے اسلام کو اسلام نہيں کہا جا سکتا ۔

موجودہ متمدن بشريت ايک مصلح اور عالم مہدي کے انتظار ميں ہے ۔ امام مہدي کے بارے ميں مسلمانوں کا نظريہ يہ ہے کہ ﴿يملآ الله به الارض قسطاً و عدلاً كما ملئت ظلماً و جوراً﴾ (بحار الانوار ج ۵۱ ، ص ۱۲) يعني خدا وند عالم امام مہدي کے توسط سے دنيا کو عدل و انصاف سے اسي طرح پر کر دے گا جس طرح ظلم و جور سے پر ہوگي ۔ لہذا وہ اسلام جس ميں عدل و انصاف کا مادہ نہ پايا جاتا ہو کس طرح بشريت کا منظور نظر بن سکتا ہے ؟ بشريت اسي اسلام کي جانب قدم بڑھا سکتي ہے جس ميں ظلم و جور و نا انصافي وغيرہ کا وجود نہ ہو اور ايسا اسلام وہي اسلام ہے جس ميں مہدي موعود کا تصور موجود ہو ۔

یہي وہ راستہ ہے جس کي طرف امام خمیني ۲ نے بارہا اشارہ کیا تھا ۔ ایسا راستہ کہ جس میں اطمینان بھي پایا جاتا ہے اور امید بھي ۔ لیکن یہ راستہ با آساني ہاتھ نہیں آسکتا۔ اس کے لئے سعي و کوشش کي ضرورت ہے ۔ اس راستہ کو حاصل کرنے کے لئے ضروري ہے کہ قرب خدا حاصل کیا جائے ۔

اسلام کي عادلانہ حاکمیت

حکومت اسلامي یعني حکومت عدل و انصاف۔ ایک ایسي حکومت جو انساني جسم کے ساتھ ساتھ روح، جذبات، اخلاق اور معنویات کے مواقع بھي فراہم کرتي ہو اس معني میں کہ دنیا و آخرت کو باہم لے کر چلے ۔

حکومت اسلامي، ظلم کے مقابلے میں ہے، طاغوت کے مقابلے میں ہے ۔ حکومت طاغوت یعني حکومت فساد و بد اخلاقي، حکومت ظلم ۔ اس حکومت میں دین و دنیا کا ضیاع ہوتا ہے ۔

انسانیت کو اسلام محمدي کي ضرورت

اگرچہ آج دنیا بھر کے تمدن و فرہنگ اسلام سے بہرہ ورہیں اور بیشك بشر کے درمیان موجود تمام صفات و عالي مفاہیم ادیان الہي اور انبیائے کرام و آسماني وحي سے مستفادہیں لیکن پھر بھي بشر کو معنویت، تعالیم و معارف اسلامي کي ضرورت ہے اور اسي وجہ سے روز بروز دنیا کے مختلف خطوں کے افراد اسلام کي دعوت کو قبول کر رہے ہیں ۔

اسلامي انقلاب اور دنیا کي بیداري

موجودہ اسلامي انقلاب چونکہ خدا کے نام پر عالم وجود میں آیا ہے لہذا ہمیشہ مختلف شیطاني طاقتوں سے جنگ آزما ہے، چونکہ مظلوم اور ناتواں افراد کا حامي ہے لہذا ظالم و استکباري طاقتوں سے نبرد آزما ہے، چونکہ انساني اقدار کے لئے میدان عمل میں آیا ہے لہذا ہمیشہ ان افراد کي مخالفت کا سامنا کر رہا ہے جو انساني اقدار کے مخالف ہیں ۔

اسلامي انقلاب دور حاضر کا ایک ایسا انقلاب ہے جس نے دنیا کو بیدار کیا ہے ۔ اس سلسلے میں فلسطین اور شمالي افریقہ جیسے ممالك کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے کہ جہاں اسلام نے اپنا پرچم گاڑ دیا ہے ۔

ایک زمانے سے کافر اور استکباري ثقافت و تہذیب کے مقابلے میں مسلمانوں کو کمزور اور ضعیف شمار کیا جاتا تھا لیکن آج اسلامي انقلاب کے رونما ہونے کے بعد حالات یکسرے بدل گئے ہیں ۔ کل تك جہاں لاکھوں مسلمان اپني حکومتوں سے اپنا حق مانگتے ہوئے گھبراتے تھے آج اس انقلاب کي بدولت بلا خوف و خطر اپني آواز بلند کرتے ہیں اور حق طلبي کرتے ہیں ۔

آج اسلامي ممالك ميں مساجد آباد ہو گئي ہيں، نماز جمعه کا اہتمام ہو گيا ہے ليکن کل تک ان مسجدوں ميں فقط چند بوڑھے افراد ہي آيا کرتے تھے۔ اب مسجدوں ميں فقط بوڑھے افراد نہيں بلکه بڑي تعداد ميں نوجوان اور جوان طبقه بھي آتا ہے ۔ يه جمہوري اسلامي کے موجوده اسلامي انقلاب ہي کي برکات ہيں ۔

بنده خدا بنده انسان نہيں ہو سکت

بعض افراد خيال کرتے ہيں که نظريه توحيد بعد از مرگ زمانے سے مربوط ہے۔ جبکه حقيقت يه ہے که توحيد پر اعتقاد اور يقين قبل از موت يعني عالم دنيا کي تعمير اور اصلاح کا پيش خيمه ہوتا ہے ۔ دور حاضر ميں ہميں بلکه ساري امت اسلاميه کو اسي نظريه اور اعتقاد پر عمل پيرا ہونے کي ضرورت ہے ۔ جس قدر ہم توحيد اور عبوديت خدا کي سمت قدم بڑھائيں گے اتنا ہي دنيا کي شيطاني اور استکباري طاقتوں سے محفوظ تر ہوتے جائيں گے ۔ جمہوري اسلامي کي مسلمان ملت نے جس حد تک توحيد خداوند عالم کو قبول کيا ہے اسي حد تک امريکه اور دوسري استکباري طاقتوں کے شر سے محفوظ اور ان کي غلامي سے آزاد ہے ۔ يه ہے توحيد اور عبوديت خداوندي کا خاصه ۔

صرف مذہب ہي موجوده دنيوي مسائل کا حل ہے

اگر مذہب موجود نه ہو تو دنيا ميں فقط استکبار اور ظلم باقي ره جائے گا ۔ لہذا فقط دين ہي اس طرح کے مسائل و مشکلات کا حل ہے ۔ آج تمام اسلامي ملتوں کا وظيفه اور ذمه داري ہے که اسلام کو اپني آماجگاه بنائيں اور اسلام کي حاکميت کو قبول کريں ۔ اتفاقاً اسلامي ملتوں کے علاوه دوسري تمام ملتوں کے پاس ايسا کوئي عالي اور مقدس نظام حيات اور نظام حکومت نہيں ہے که جس کي طرف قدم بڑھائيں۔

يہي وجه ہے که نيشنلزم ان کي قبر بنتا جا رہا ہے، نيشنلزم نے بشريت کو کيا ديا ہے ؟ ممکن ہے که نيشنلزم ايک مختصر سے عرصے کے لئے اطمينان، سکون اور جوش وغيره فراہم کردے ليکن اس کا نتيجه نہايت بدتر ہے اور وه ہے بشريت کا خاتمه ۔ خود ہمارے علاقے ميں يه کوشش کي گئي که اس علاقے کے مسلمانوں کو نيشنلزم کي بنياد پر ايراني، ترکي، عربي وغيره ميں تقسيم کر ديا جائے اور نه فقط بين الاقوامي پيمانے پر بلکه قومي پيمانے پر بھي يه کوشش کي گئي، يه ہے استعماري سازش ۔

بحمد ا؟ اسلامي انقلاب نے کسي حد تک اس خطے کے ان مسائل کا سدباب کيا ہے کيونکه ايک مناسب اور صحيح نظام حکومت اور نظام حيات ہي ملت کو اس طرح کے مسائل سے محفوظ رکھ سکتا ہے ۔ دوسرے اديان و مذاہب اتفاقاً ايسا کوئي نظام حيات و

حکومت نہیں رکھتے جو معاشرے کو ایک صحیح سمت میں لے جا سکے ۔ یہ ہماري خوش قسمتي ہے کہ ہم اس طرح کے نظام حیات کے حامل ہیں ۔

ہمارا یعني مسلمانوں کا فریضہ ہے کہ ہم نظام اسلامي اور افکار اسلامي کي طرف ایک بار پھر پلٹیں تاکہ دنیا میں اپنا ایک مقام اور تشخیص قائم کر سکیں ۔ ایک ارب کي آبادي کم نہیں ہوتي ہے ۔یہي آج کے موجودہ مسائل کا حل ہے اوریہي رسول اکرم کي بعثت کا بھي ہدف تھا اور اگر ایسا ہو گیا تو خلیج فارس میں موجودہ ہماري ان مخالف طاقتوں کو منہ چھپانے کي جگہ نہیں ملے گي ۔

اسلام محور اصلي

محور اسلام ہے ۔ ہمارا فریضہ ہے کہ فقط اسلام کي خاطر قدم اٹھائیں اور اسلام کے نام پر آگے بڑھیں ۔ آج جمہوري اسلامي ، اسلام کا بنیادي مرکز ہے ۔ آج سارے عالم اسلام کي نگاہیں جمہوري اسلامي کي طرف لگي ہوئي ہیں جبکہ دوسري جانب نیشنلزم میں کشش تو درکنار لوگ اس سے فرار کر اختیار کر رہے ہیں لیکن جمہوري اسلامي ہر شخص کو اپني طرف جذب کر رہا ہے ۔ اس کي وجہ کیا ہے ؟ اس کي وجہ ایمان ، اسلام اور جہاد في سبیل ا؟ ہے جس میں ظلم ، فساد ، بد اخلاقي سے جنگ اور آزادي و عدل و انصاف کي حمایت شامل ہے ۔ اسي بنا پر اقوام عالم جمہوري اسلامي کي طرف جذب ہو رہي ہے ۔

اسلامي معاشرہ لوگوں کي عزت کا سبب ہے

اگر ہم خدا کي جانب ایک قدم بڑھائیں تو خدا بھي ہماري نصرت کرے گا ۔ ’’من کان ؟ کان ا؟ لہ ‘‘ (بحار الانوار ج ۸۳ ص ۳۱۹) اگر ہم نے

خالصتاً خدا کي راہ میں قدم اٹھایا تو خداوند عالم بھي اپنے ارادے کو ہماري ترقي و ارتقائ میں قرار دے گا اور پھر ساري کائنات کے اصول و قوانین ہمارے ساتھ ہوں گے اور اگر ایسا نہ ہو سکا تو ہم بھي دنیا کي دوسري اقوام کي مانند ہو کر رہ جائیں گے ۔ اگر انسان خدا سے انس نہ رکھتا ہو ، خدا کے لئے زندگي نہ گذارتا ہو تو کیا فرق پڑتا ہے کہ وہ ایراني ہو یا پاکستاني ، مسلمان ہو یا غیر مسلمان۔ یہ ضمانت ہمیں کون دے سکتا ہے کہ بالفرض اگر کوئي شخص اسلام پر اعتقاد رکھتا ہو اور کسي حد تک عبادت بھي انجام دیتا ہو تو اس کو دنیوي و اخروي عزت حاصل ہو جائے گي جبکہ ہم نے دیکھا بھي کہ گذشتہ صدیوں میں عزت و افتخار اسلامي ہمارے پاس نہیں رہا ۔

آج بھي ہم مشاہدہ کر سکتے ہيں کہ ايسے افراد موجود ہيں جو مسلمان تو ہيں ليکن ذلت کي زندگي بسر کر رہے ہيں، کفار ان پر حاوي ہيں، امريکہ ان پر حکومت کر رہا ہے، مغربي دنيا کے نام نہاد متخصصين ان پر تجربات کر رہے ہيں۔ لہذا اگر يہ کہا جائے کہ مسلمان ہونا ہي کافي ہے تو ان سب کو باعزت و با افتخار زندگي بسر کرني چاہيے جبکہ ايسا نہيں ہے۔

پس اس طرح کہنا چاہيے کہ انسان کو عزت و افتخار، اصل اور حقيقي اسلام سے حاصل ہوتا ہے نہ کہ فقط ظاہري مسلمان ہونے سے يعني خدا کے سامنے سراپا تسليم ہو جانا ہي حقيقي مسلمان ہونے کے مترادف ہے۔ ''الاسلام هو التسليم '' (بحار الانوار ج ۶۵ ص ۳۰۹) يعني سراپا تسليم ''﴿ان الدين عند الله الاسلام﴾'' (آل عمران ۱۹)۔ دين يعني خدا کے حضور سر تسليم خم کر دينا۔ ''﴿ و من يبتغ غير الاسلام ديناً فلن يقبل منه﴾ '' (آل عمران ۸۵)۔ الغرض معاشرہ کے ہر فرد کے لئے خواہ عوام الناس ميں سے ہو يا خواص ميں سے، لازم ہے کہ بارگاہ خداوندي ميں سراپا تسليم ہو مخصوصاً معاشرہ کے ذمہ دار افراد۔

آئندہ زمانہ اسلام کا زمانہ ہے

ہماري خوش قسمتي ہے کہ آج عالم اسلام ميں بيداري کي ايک لہر دوڑ گئي ہے اور مسلمان اسلام کي حاکميت کو قبول کر رہے ہيں۔ مشرق سے مغرب تک چاروں جانب مسلمانان عالم اسلام کي طرف جذب ہو رہے ہيں۔

شيطاني اور استکباري حکومتيں کب تک بعض اسلامي ممالک کے جوانوں کو عبادت حج سے روک سکيں گي؟ کب تک مسلمانوں کو سفر مکہ و مدينہ سے باز رکھ سکيں گي؟ آج اسلام شمالي افريقہ اور بعض دوسرے اسلامي ممالک کے سياسي حالات ميں تبديلي کا باعث بن رہا ہے۔ کيا ممکن ہے کہ ان ممالک کے مسلمانوں کو بھي حج جيسي عظيم عبادت سے روکا جا سکے گا؟ ہم حج اور زيارت حرمين شريفين کو اپنا مسلّم حق سمجھتے ہيں اور اپني تمام تر قدرت و طاقت کے ساتھ اپنے اس حق کا آل سعود سے مطالبہ کرتے ہيں کہ جنھوں نے ہمارے اس مذہبي حق پر تصرف کر رکھا ہے۔ انشائ ا... ہم ايک دن آل سعود سے اپنا يہ حق چھين کر رہيں گے۔

موجودہ کفر يعني استکبار کو سمجھ لينا چاہيے کہ آئندہ زمانہ اسلام کا ہے اور اس کے مقابلے ميں کوئي بھي طاقت اسلام کي بڑھتي ہوئي قدرت اور عالم اسلام ميں مسلمانوں کي مخالفت کرنے کي جرآت نہ کر سکے گي۔

اسلام مسلمانوں کي خود شناسي کا سبب ہے

ايک دوسرا مسئلہ يہ ہے کہ اسلام مخالف طاقتيں اسلام کي بڑھتي ہوئي طاقت اور مسلمانوں کي روز افزوں بيداري سے متعلق باقاعدہ آگاہ ہو گئي ہيں۔ اس کي وجہ يہ ہے کہ ان لوگوں نے ديکھ ليا ہے کہ اسلام اخلاقي اقدار سے ماورائ ايک نظام حيات پيش کر سکتا ہے يعني اسلام فقط اخلاقيات پر مبني مذہب نہيں ہے۔

دشمنان اسلام نے دیکھ لیا کہ اسلام ہي تھا جس کي بنا پر ایران میں اسلامي انقلاب رونما ہوا ، اسلام کي بنیاد پر ہي ایک نظام حکومت کي بنا رکھي گئي ، اس دین کي بنا پر ایک ملت آگاہ اور بیدار ہوئي یعني وہ اسلامي قوت ہي تھي جس نے اس ملت کو ذلت اور غلامي سے نکال کر آزادي اور خود اعتمادي بخشي اور پھر ایک وقت ایسا آیا کہ سارے دنیاوي وسائل و ہتھیار ان مسلمانوں کے آگے ہیچ ہو کر رہ گئے ۔

ہمارا سب کچھ اسلام کي برکت سے ہے

ہمارے پاس جو کچھ بھي ہے اسلام کي برکت سے ہے ۔ ایران کا اسلامي انقلاب اسي اسلام کي برکت سے رونما ہوا ۔ اگر ہمارے پاس ایمان و اسلام نہ ہوتا تو قطعاً ممکن نہیں تھا کہ ظاہري اعتبار سے قوي اور قدرتمند شاہي حکومت کے مقابلے میں ہماري ملت استقامت کر پاتي ۔

انقلاب کے بعد ، عوام کا ثبات قدم ، جمہوري اسلامي کي عمیق ہوتي ہوئي جڑیں ، مختلف جہات سے ترقي و ارتقائ ، ایران عراق کي جنگ میں ایران کي استقامت ، سیاسي اور اقتصادي میدانوں میں ہماري فتح و کامیابیاں یہ سب کچھ اسي لئے ہوا کہ ہم راہ حق کے مسافر ہیں ۔ یہ سب کچھ اسلام اور اعتقادات اسلامي کا مرہون منت ہے ۔ لہذا ہمارا فریضہ ہے کہ ہم اپني اس بیش بہا معنوي قدرت کي حفاظت کریں ۔ ہماري روزمرہ زندگي میں ، قول و فعل میں ، معاشرہ میں ، حکومتي پیمانے پر اس قدرت کا اظہار ہونا چاہیے ۔ ہماري تمام تر توجہ دین پر ہوني چاہیے ۔ ہمارے ذاتیات ، ہمارے جذبات و خواہشات کسي بھي صورت میں دین پر حاوي نہیں ہونے چاہئیں ۔ ہماري روزمرہ زندگي ، حکومت ، معاشرے کے فیصلے اور اہداف کا معیار دین اسلام ہونا چاہیے۔ اگر ہم نے مذکورہ روش اختیار کر لي اور باقي رکھ لي تب ہي ہم ترقي کر سکتے ہیں ۔

البتہ یہ بھي قابل غور ہے کہ یہاں اسلام سے مراد اسلام محمدي ہے نہ امریکي اسلام یعني وہ اسلام جو مظلوم اور ستم رسیدہ عوام کي حمایت کرتا ہے نہ کہ قدرتمند اور اغنیائ افراد کا کھلونا ۔ دنیا میں ایسے افراد بھي ہیں جو مسلمان ہونے کا دعوي تو کرتے ہیں لیکن ان کا اسلام ، اسلام محمدي نہیں بلکہ ابو جہل و ابو لہب کا اسلام ہے ، امریکي اسلام ہے ۔ ایسے افراد کا اسلام سے فقط اتنا ہي سروکار ہوتا ہے کہ وہ اپني ذاتي زندگي کو کامیاب بنا سکیں ، اسلام سے سوئ استفادہ کر سکیں وغیرہ وغیرہ ۔ یہ ایسا اسلام ہے جس سے فقط سرمایہ دار اور صاحب ثروت افراد ہي کا فائدہ ہوتا ہے ۔ ہم اس اسلام کو کسي بھي قیمت اور کسي بھي صورت میں قبول نہیں کرتے ہیں ۔

الغرض ہمارے پاس جو کچھ ہے اسلام کي وجہ اور اسلام کي برکت سے ہے یعني خدا پر توکل و ایمان کي وجہ سے ہے۔ لہذا قرب خدا اور ارتباط خدا کو کسي بھي حال میں فراموش نہیں کیا جا سکتا ۔

اسلام مسلمان قوموں کي راہ نجات ہے

اگر اقوام اسلامي کي ترقي و عروج کے راز کي جستجو کي جائے تو تمام ترتاريخي مطالعات کے بعد خود بخود واضح ہو جاتا ہے کہ مسلمانوں کي ترقي و عروج فقط اور فقط اسلام پر منحصر ہے ۔ دنيا کے کسي خطے کے مسلمان استکباري طاقتوں کے ذريعہ پيدا کي گئي مشکلات اور مسائل کا سامنا اس وقت تک نہيں کر سکتے جب تک راہ اسلام کو نہ اپنا ليں ۔ جمہوري اسلامي نے ايسا ہي کيا اور راہ نجات حاصل کر لي ۔

اسلامي انقلاب يعني صالح افراد کي تربيت

جمہوري اسلامي کا انقلاب اسي لئے عالم وجود ميں آيا ہے کہ صالح افراد پيدا کر سکے ۔ انھيں صالح افراد کي بدولت ہمارا اسلامي انقلاب آج تک باقي ہے ۔ ہماري قوم صالح ہے ليکن ابھي اس سمت ميں ہميں ايک طويل راہ طے کرني ہے ۔

احکام اسلامي کي پيروي

مسلمان ملت جس قدر اسلام کي پيروي کرے گي اسي حد تک دوام اور ترقي حاصل کرسکے گي۔ آج ساري دنيا بلکہ ہمارے مخالفين تک کيوں ہماري خارجہ پاليسي کي تعريف کرتے ہيں ؟ اسي لئے کہ ہماري خارجہ پاليسي احکام اسلامي پر مبني ہے ۔

اسلامي برکات

يہ اسلام ہي کي برکت تھي کہ ہم نے اپنے دشمن کو شکست دي ہے اور مايوس کيا ہے ۔ اسلام ہي تھا جس کي بنا پر ہم نے دشمن کے مختلف النوع حيلوں کو اپنے پيروں تلے روندا ہے ۔ يہ بھي اسلام ہي کي برکت تھي کہ ايران ميں انقلاب آيا اور ہم نے اپني تمام مادي و معنوي ترقي و ارتقائ کا آغاز کيا جو آج بھي جاري ہے ۔ ہمارے پاس جو کچھ بھي ہے اسلام کي وجہ سے ہے ، اسلام کي برکت سے ہے ، قرآن کي برکت سے ہے ۔ ہمارے تمام مسائل و مشکلات کا حل بھي اسلام اور قرآن کي پيروي سے حاصل ہو جائے گا ۔ عالم اسلام جس قدر اسلام سے نزديک رہے گا اتنا ہي اس کي عزت ميں اضافہ ہو گا اور مسلمان جس قدر متحد ہوں گے اتنا ہي اسلام سے استفادہ کا امکان بڑھ جائے گا ۔

اسلام عالمي استکبار کا شدید مخالف ہے

امریکہ اور اس کي حلیف طاقتیں اچھي طرح سمجھ گئي ہیں کہ مذہب اور معرفت دیني کي بقا کے ساتھ ساتھ دنیا پر حکومت نہیں کي جا سکتي ۔ ان استکباري قوتوں کي کامیابي اسي میں پوشیدہ ہے کہ دنیا کو دین و مذہب سے دور رکھیں ، عوام کو بے دین ، بے عقیدہ ، بے ایمان بنا دیں ، ان سے مذہبي حمیت و غیرت چھین لیں ۔ امریکہ جیسے ممالک ایسا ہي معاشرہ چاہتے ہیں ۔ لہذا جب بھي اور کہیں بھي یہ دیکھتے ہیں کہ ایمان ، عمل ، جہاد وغیرہ کو رائج کیا جا رہا ہے تو فوراً اس کي مخالفت شروع کر دیتے ہیں .... لہذا اگر عالم اسلام چاہتا ہے کہ ان استکباري طاقتوں کا مقابلہ کرے تو لازمي ہے کہ پہلے خود کو قوي کرے ۔

قرب خدا اور توکل بر خد

ایک موحد اور خدا پرست قوم کي ترقي اور دوام اس وقت تک باقي رہ سکتا ہے جب تک وہ قرب خدا اور توکل بر خدا کے قانون پر عمل پیرا رہے ۔ اسي قوت نے ہمیں آگے بڑھنے کي طاقت عطا کي اور ہمیں کامیابي سے سرفراز کیا ہے ۔

یہي الہي قوت تھي جس نے ہمیں دشمنوں پر غالب کیا ، ۸ سال تک ایران، عراق جنگ میں ہمیں استقامت عطا کي، ہمارے داخلي اور خارجي مسائل کا تدارک کیا ، اقتصادي ، سیاسي ، سماجي مشکلات سے ہمیں باہر نکالا ۔ ہماري جگہ اگر کوئي دوسرا ہوتا تو نہ جانے کب کا اپني راہ فراموش کر بیٹھتا ۔ یہي الہي قوت تھي کہ آج جس پر ہم فخر کر رہے ہیں اور باعزت زندگي گذار رہے ہیں ۔

آج اسلام کے ماسوا دوسري کوئي ایسي طاقت نہیں ہے جو دنیا کي موجودہ شیطاني طاقتوں کا مقابلہ کر سکے ۔ خدا کا شکر ہے کہ آج ایک بار پھر خورشید اسلام نے سارے عالم اسلام پر نور افشاني شروع کر دي ہے اور عالم اسلام ، اسلام کے پرچم تلے ان شیطاني طاقتوں سے مقابلہ کے لئے آمادہ ہو رہا ہے ۔

یہ ایک امید بخش اور فرحت افزا قدم ہے اور انشائ اللہ. عالم اسلام کي یہ بیداري امریکہ اور اس کي حلیف طاقتوں کو پسپا کر دے گي اور دنیا کو نجات بخشے گي ۔

آج تمام اسلامي حکومتوں کي ذمہ داري ہے کہ اسلام محمدي سے قریب ہوں ۔ اگر یہ حکومتیں واقعي اپني عوام کي حامي ہیں تو فقط اسلامي احکام کي پیروي کے ذریعہ ہي اپني عوام کو نجات دلا سکتي ہیں کیونکہ فقط اسلام ہي عزت ، افتخار ، استقلال اور قدرت عطا کر سکتا ہے ۔

اسلامي انقلاب كي بنياد الهي اقدار پر ہے

جس وقت ايران كا اسلامي انقلاب رونما ہوا اس وقت دنيا سے الهي اقدار كا خاتمہ ہو چكا تھا اور ماديت نے انساني زندگي كو مكمل طور پر اپنے شكنجے ميں قيد كر ليا تھا ۔ آج اگر مشاہدہ كيا جائے تو واضح طور پر نظر آتا ہے كہ ماديت كي بنياديں متزلزل ہو گئي ہيں ۔ وہ انقلاب جس كي بنياد ماديت پر ركھي گئي تھي يعني ماركسزم اور سوشلزم آج ماضي كا حصہ بن كر رہ گيا ہے ۔

انقلاب سے قبل ايسا نہيں تھا ۔ اشتراكيت خود كو اس قدر قوي اور قدرتمند سمجھتي تھي كہ فقط اپني قدرت پر ہي اكتفا نہيں كي تھي بلكہ افغانستان پر فوجي حملہ كر ديا تھا تاكہ اس طرف سے بھي اشتراكي نظام كو وسيع كيا جا سكے ۔ آج حالت يہ ہے كہ اشتراكيت ميوزيم كا حصہ ہے اور بس ۔ لطف اندوز بات تو يہ ہے كہ جن

ممالك ميں اشتراكي نظام حكومت رائج تھا وہاں اس نظام كي مخالفت كي باگ دوڑ ان ہاتھوں ميں تھي جو دين ، معنويت ، خدا ، عيسائيت كے پيرو تھے ۔ يہ تھي ايران كے اسلامي انقلاب كي نور افشاني ۔

جس وقت اسلامي انقلاب رونما ہوا اس وقت اسلام كے بارے ميں ايسا كوئي نظريہ نہيں تھا كہ اسلام ايك حيات بخش انقلاب بھي لا سكتا ہے حتي اسلامي ممالك ميں بھي اگر كسي انقلاب كي بنياد ركھي جاتي تھي تو اشتراكيت پر ، انقلابي يعني اشتراكي۔ دنيا والوں نے اپنے زعم ناقص ميں اسلام كو كمزور اور ضعيف كر ديا تھا ۔ ظاہري حالات يہ تھے كہ كوئي شخص مسلمان ہونے كے ناطے خود پر فخر نہيں كرتا تھا ۔ آج حالات مختلف ہيں ، جہاں بھي كچھ مسلمان يكجا ہو جاتے ہيں خواہ اقليت ميں ہي رہ كر ، اپنے مسلمان ہونے پر فخر كرتے ہيں۔ يہ سب كب سے ہوا ؟ اسلامي انقلاب كے بعد ۔

اسلامي انقلاب كي دوسري خصوصيت يہ رہي ہے كہ ظاہري اور مادي طاقتيں ، الهي اور معنوي اقدار كا مقابلہ كرنے سے عاجز ہيں ۔ دنيا ميں ايسے بہت كم افراد ہوں گے جو اس حقيقت سے آگاہ نہ ہوں۔ فقط وہي افراد اس حقيقت سے نا آشنا ہيں جو دنيا ميں رونما ہونے والے واقعات كا عميق مطالعہ نہيں كرتے ہيں ۔ استكباري طاقتوں كي اہم ترين كمزوري اور شكست يہي ہے كہ آج بھي ايران ميں انقلاب ، اسلام ، اسلامي حكومت باقي ہے اور روز بروز روبہ ترقي ہے ۔ ايك اسلامي حكومت كا عالم وجود ميں آنا اور روز بروز ترقي كرنا دنيوي طاقتوں كي شكست كي علامت ہے كيونكہ يہ طاقتيں كسي بھي صورت ميں اسلامي حكومت كے وجود كو برداشت نہيں كر سكتيں ۔ دنيوي طاقتوں كي تو ہميشہ خواہش ہي يہ ہوتي ہے كہ اسلامي اور معنوي نظام حكومت كو جس طرح ممكن ہو سكے ، نيست و نابود كر ديں ۔ ان شيطاني طاقتوں كي لاكھ كوششوں كے باوجود آج بھي اسلامي انقلاب اور پيام اسلام اپنے مقام پر باقي ہے بلكہ كہا جا سكتا ہے كہ وسيع سے وسيع تر ہوتا جا رہا ہے ۔ ايشيا ، افريقہ اور دنيا كے دوسرے ممالك اس كي واضح مثاليں ہيں يعني دشمنان اسلام ميں اسلام سے مقابلہ كرنے كي طاقت نہيں ہے ۔

معنویت اور نظام جمهوري اسلامي

یہ ایک حقیقت ہے کہ ایک دن ایسا آئے گا جب معنویت اور روحانیت دنیا پر محیط ہوگي ۔ ناممکن ہے کہ امریکہ اور اس کي مانند دوسري قدرتیں دنیا سے الہي اقدار کو ختم کر دیں ۔ امریکہ ، جمهوري اسلامي کي تمام تر مخالفت کے باوجود اپني کوششوں میں کامیاب نہیں ہو سکتا ۔ ہمارا اسلامي نظام حکومت اپني اسي آب و تاب کے ساتھ باقي رہے گا جس آب و تاب کے ساتھ موجودہ حالت میں ہے بلکہ اس کي ضوفشانیوں میں روز بروز اضافہ ہوتا رہے گا جیسا کہ آج تک ہوتا رہا ہے ۔ امریکہ کي لاکھ کوششوں کے باوجود اسلامي نظام نے ہر امریکي حملے کا پوري شدت سے جواب دیا ہے ۔

فصل ششم

مناجات و استغفار

استغفار

توبہ انسان کو حقارت اور ذلت سے نجات بخشتي ہے۔ توبہ دلوں کو پاک کرتي ہے۔ دل يعني جان يعني روح يعني حقيقت انسان۔ دل نہايت نوراني شي ہے۔ ہر انسان نوراني ہوتا ہے حتي اگر انسان کا خدا سے رابطہ منقطع ہو جائے تب بھي اسکي ذات اور اسکے جوہر ميں نور باقي رہتا ہے۔ صرف ہوتا يہ ہے کہ گناہوں اور ہويٰ و ہوس کي بنا پر دل غبار آلودہ ہوجاتا ہے۔ توبہ اس غبار کو صاف کرکے دل کو نورانيت بخشتي ہے۔

توبہ يعني طلب مغفرت اور گناہوں سے استغفار۔ توبہ اگر اپنے حقيقي مفہوم کے ساتھ کي جائے تو انسان کے اوپر برکات الٰہي کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ گناہ ہمارے اور ہمارے پروردگار کے درميان حجاب کا کام کرتا ہے جسکا نتيجہ يہ ہوتا ہے کہ ہمارے اوپر سارے الٰہي دروازے بند ہوجاتے ہيں، نہ رحمت الٰہي نازل ہوتي ہے نہ ہدايت الٰہي، نہ توفيق الٰہي حاصل ہوتي ہے اور نہ فضل خدا۔ توبہ اس حجاب کو ختم کرنے کا باعث ہوتي ہے اور نتيجۃً رحمت و فضل خدا کا دروازہ ہمارے اوپر کھل جاتا ہے۔ يہ ہيں توبہ کے فائدہ۔ قرآن مجيد ميں متعدّد مقامات پر توبہ کے لئے کبھي دنياوي اور کبھي اخروي فوائد شمار کرائے گئے ہيں۔ مثلاً: ''﴿و ان استغفروا ربكم ثم توبوا اليه ....يرسل سماء عليكم مدراراً﴾''۔

توبہ يعني خدا کي طرف بازگشت۔ يہ ايک اہم ترين نعمت الٰہي ہے۔ خدا نے اپنے بندوں کے لئے باب توبہ کھول ديا ہے تاکہ اس کے بندے راہ کمال و سعادت ميں پيش قدمي کرتے رہيں اور گناہ اس راہ ميں مانع نہ ہو سکيں کيونکہ گناہ انسان کو اس کے اعليٰ مقام سے پستي ميں لاکھڑا کرتا ہے۔ ہر گناہ روح انسان اور معنويت انسان پر ايک ضرب کي مانند ہوتا ہے جس سے روح کي شفافيت مکدر ہو جاتي ہے۔ گناہ کے ذريعے انسان و حيوانات کے درميان پايا جانے والا فرق ختم ہو جاتا ہے۔

معنوي جنبہ کے علاوہ گناہ انسان کي زندگي ميں دوسري بہت سي رکاوٹيں بھي کھڑي کر ديتا ہے۔

نہ جانے کتني کاميابياں گناہوں کي انجام دہي کي وجہ سے ناکاميابيوں ميں تبديل ہو جاتي ہيں۔ يہ سب صرف زباني يا تعبدي باتيں نہيں ہيں بلکہ انہيں علمي، فلسفي اور نفسياتي طور پر بھي ثابت کيا جا چکا ہے۔ مثال کے طور پر جنگ احد ميں چند مسلمانوں کي کوتاہي اور تقصير کي بنا پر فتح اوّليہ، شکست ميں تبديل ہو گئي تھي يعني مسلمان پہلے مرحلہ ميں فتح حاصل کر چکے تھے ليکن ان چند لوگوں کي بنا پر جنہيں رسول اسلام نے پہاڑ کے دروں ميں معمور کيا تھا اور انہوں نے رسول کے حکم کي خلاف ورزي کي، مسلمان مشکلات کا

شکار ہو گئے تھے۔ رسول اسلام نے حکم دیا تھا کہ مقررہ جگہوں سے مسلمانوں حفاظت کریں لیکن یہ لوگ مال غنیمت کے لالچ میں اپني اپني کمین گاہوں کو چھوڑ کر میدان میں آگئے اور دشمن نے موقع غنیمت سمجھ کر مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔

سورہ آل عمران میں تقریباً دس یا بارہ آیتیں اسي شکست سے متعلق ہیں۔ چونکہ مسلمان روحي اعتبار سے نہایت تلاطم اور کشمکش کا شکار تھے لہذا یہ شکست ان پر بے حد ناگوار گزري تھي۔ قرآني آیتیں جہاں ان کے اطمینان قلبي کا باعث ہوتي تھیں وہیں ان کي ہدایت بھي کرتي جاتي تھیں ساتھ ہي انہیں یہ بھي باور کراتي جاتي تھیں کہ اس شکست کي وجہ کیا تھي۔ ''انّ الذین تولوا منکم یوم التقي الجمعان انما استزلھم الشیطان ببعض ذنوبھم'' یعني تم نے دیکھا کے تم میں سے بعض افراد نے دشمن کو پشت دکھا دي جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمہیں شکست ہو گئي۔ یہ لوگ پہلے ہي سے ایسا کرنے کے لئے آمادہ ہو چکے تھے۔ ان لوگوں کو ان کاموں کي بنا پر جو یہ پہلے بھي انجام دے چکے تھے، شیطان نے با آساني صراط مستقیم سے منحرف کر دیا یعني انجام شدہ گناہوں نے اپنا اثر میدان جنگ میں دکھایا۔

اسي مذکورہ سورہ میں ایک دوسري آیت ایک دوسرے انداز سے اسي طرف اشارہ کر رہي ہے۔ قرآن کریم در حقیقت کہنا یہ چاہتا ہے کہ اگر تم جنگ احد میں شکست کھا گئے تو یہ کوئي تعجب و حیراني کي بات نہیں ہے کیونکہ یہ سب زندگي کے معمولات ہیں۔ تم سے پہلے بھي ایسا ہوتا آیا ہے: ''وکآیّن من نبي قاتل معہ ربیون کثیر فما وھنوا لما اصابھم في سبیل اللہ وما ضعفوا وما استکانوا'' قرآن مسلمانوں سے مخاطب ہو کر فرماتا ہے کہ آخر تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ تم سے پہلے بھي خدا کے نبیوں کو میدان جنگ میں مشکلات و شکست کا سامنا کرنا پڑتا تھا لیکن وہ تو ہراساں و پریشاں نہیں ہوتے تھے۔ اس کے بعد فرماتا ہے: ''وما کان قولھم الا ان قالوا ربنا اغفر لنا ذنوبنا و اسرافنا في امرنا'' یعني گزشتہ زمانوں میں جب اصحاب انبیائ کے حوالي مشکلات و مسائل کا شکار ہوتے تھے تو پروردگار کي بارگاہ میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھا کر کہتے تھے: ''ربنا اغفر لنا ذنوبنا و اسرافنا في امرنا'' پروردگار ہمارے گناہوں اور ہمارے ذریعے کي گئي زیادتیوں اور غفلتوں کو معاف فرما۔

یہیں سے یہ بات واضح ہو جاتي ہے کہ مشکلات و مسائل ہمارے ذریعے انجام دیے گئے گناہوں ہي کا نتیجہ ہوتي ہیں۔ لہذا ضروري ہے کہ ہم اپنے پروردگار کے ذریعے نازل کي گئي اہم ترین نعمت یعني مغفرت سے استفادہ کریں۔ خداوند عالم نے فرمایا ہے کہ اگر تم نے کوئي قبیح فعل انجام دیا اور اس پر بعد میں پشیمان ہوئے تو تمہارے لئے استغفار اور توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ گناہ کي مثال کسي بیماري یا علالت کي سي ہے۔ انسان بیماري سے بہت کم محفوظ رہ پاتا ہے۔ گناہ بھي ایک مرض طرح کا ہے۔ اگر انسان اس مرض کا علاج کرنا چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ باب توبہ و استغفار کي طرف آئے۔ اگر انسان اس طرف آگیا تو خداوند عالم اتنا غفار ہے کہ اس گنہگار انسان کو بخش دے گا۔

صحیفہ سجادیہ کي پینتالیسویں دعا میں امام سجاد خدا کي بارگاہ میں عرض کرتے ہیں: ''انت الذي فتحت لعبادک بابا الي عفوک'' یعني تو ہي ہے جس نے اپنے بندوں کي طرف عفو و مغفرت کا دروازہ کھول رکھا ہے۔ ''و سمیتہ التوبۃ'' جسکا نام تونے باب توبہ رکھا ہے۔ ''و جعلت علي ذالک الباب دلیلاً من وحیک لئلّایضلّوا عنہ'' قرآن و وحي سے ایک راہنما بھي اس دروازے پر قرار دے رکھا ہے تاکہ تیرے بندے اس سفر میں منزل سے بھٹک نہ جائیں۔ اس کے بعد فرماتے ہیں: ''فما عذر من اغفل دخول ذالک المنزل بعد فتح الباب لاقامۃ الدلیل'' یعني اب اس کے بعد انسان کے لئے کیا دلیل بچتي ہے کہ اس باب توبہ اور مغفرت الٰہي سے فیض یاب نہ ہو۔ راہ مغفرت الٰہي یعني استغفار۔

رسول اسلام سے حدیث منقول ہے کہ آپ فرماتے ہیں: ''انّ اللہ تعالي یغفر للمذنبین الا من لا یرید ان یغفرلہ ''یعني خداوند عالم گناہگاروں کے گناہوں کو بخش دیتا ہے مگر ان گناہگاروں کے علاوہ جن کو خدا بخشنا نہیں چاہتا۔ اصحاب نے سوال کیا: ''یا رسول اللہ ! من الذي یرید ان لا یغفرلہ'' یا رسول خدا وہ کون ہے جس کو خدا بخشنا نہیں چاہتا؟ ''قال من لا یستغفر'' یعني وہ جو استغفار نہیں کرتا۔پس استغفار باب توبہ و مغفرت کي چابي ہے۔ استغفار کے ذریعے ہي مغفرت الٰہي کو حاصل کیا جا سکتا ہے۔

غفلت استغفار کي راہ میں پہلي رکاوٹ ہے

اگر ہم چاہتے ہیں کہ اس نعمت الٰہي یعني استغفار تک دسترسي حاصل کریں تو ضروري ہے کہ دو صفتوں کو خود سے دور کریں۔ پہلي غفلت و بے توجہي اور دوسري غرور و تکبر۔ غفلت یعني یہ کہ انسان اصلاً متوجہ ہي نہ ہو کہ اس سے گناہ سرزد ہو رہا ہے۔ ایسے بہت سے افراد پائے جاتے ہیں جو گناہ پر گناہ انجام دیتے جاتے ہیں اور انھیں اپنے اس قبیح فعل کا احساس تک نہیں ہوتا۔ دروغ، غیبت، الزام تراشي وغیرہ اسي طرح کے گناہ ہیں۔ بعض افراد ایسے بھي ہوتے ہیں کہ اگر انھیں متوجہ بھي کرایا جائے تو تمسخرانہ انداز میں قہقہہ بھي لگاتے ہیں۔ گناہ؟ گناہ یعني کیا؟ ایسے افراد اصلاً ثواب و عذاب کے ذرہ برابر بھي معتقد نہیں ہوتے۔ بعض دوسرے ثواب و عذاب کے معتقد تو ہوتے ہیں لیکن مکمل طور پر غفلت اور بے توجہي کے اس قدر شکار ہوتے ہیں کہ اپني ذات سے صادر شدہ فعل کا احساس بھي نہیں کرپاتے۔ اگر ہم اپني روزمرہ زندگي ذرا سا جھانکنے کي کوشش کریں تو باساني واضح ہو جائے گا کہ ہماري زندگي بھي کم و بیش ایسے ہي حالات سے دوچار ہوتي ہے۔ غفلت ایک بہت خطرناک شئي ہے۔شاید انسان کے لئے غفلت سے بڑا دشمن اور خطرناک شئي کوئي نہ ہو۔غافل انسان کسي بھي قیمت پر استغفار نہیں کرتا ہے اس کي ساري زندگي گناہوں میں بسر ہو جاتي ہے اور اس کو احساس تک نہیں ہو پاتا فقط خواب غفلت کا شکار ہوکر رہ جاتا اور بس۔

قرآن کریم نے غفلت کے مد مقابل تقويٰ کو پيش کيا ہے۔ تقويٰ يعني ہميشہ اور ہر حال ميں متوجہ رہنا۔ غافل شخص سينکڑوں گناہ کرنے کے بعد بھي اپنے گناہ کي طرف متوجہ نہيں ہو پاتا ہے۔ اس کے مقابلے ميں متقي و پرہيزگار شخص ہے جہاں چھوٹا سا گناہ اس سے سرزد ہوا فوراً اپنے گناہ کي طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور جلد از جلد اس کي تلافي کي فکر ميں مشغول ہو جاتا ہے۔ قرآن مجيد فرماتا ہے: ''ان الذين اتقوا اذا مسهم طائف من الشيطان تذكروا'' اگر شيطان متقي افراد کے پاس سے گزر بھي جاتا ہے تو يہ لوگ فوراً متوجہ ہو جاتے ہيں۔ ''فاذا ہم مبصرون'' ايسے ہي لوگ با بصيرت ہوتے ہيں۔

غرور و تکبر راہ استغفار ميں دوسري رکاوٹ ہے

انسان جہاں ذرا سا کوئي چھوٹا سا کام انجام دے ليتا ہے فوراً مغرور ہو جاتا ہے۔ صحيفہ سجاديہ کي چھياليسويں دعا ميں ايک جملہ ہے: ''و الشقا الاشقائ لمن اغتربک ''يعني شقي ترين شخص وہ ہے جو تيرے سامنے غرور و تکبر سے پيش آئے۔ بعض افراد ايسے ہوتے ہيں جہاں کوئي کار خير انجام ديا فوراً يہ تصور کر ليتے ہيں کہ ہم نے خدا سے اپنا حساب بے باق کر ديا۔ اب ہميں کسي چيز کي ضرورت نہيں ہے۔ البتہ يہ ہو سکتا ہے کہ يہ جملہ زبان تک نہ آئے ليکن دل ميں تو بارہا آتا ہے اور يہي غرور ہے۔

خدا نے اگر ہمارے ليے باب توبہ فراہم کر ديا ہے تو اس کا مطلب يہ نہيں ہے کہ گناہوں کي کوئي حيثيت نہيں ہے۔ کبھي کبھي يہي گناہ انسان کے وجود حقيقي کو بھي ضائع کر ديتے ہيں اور اس کو حيات انساني کے عالي مراتب سے ايک پست ترين حيوان ميں تبديل کر ديتے ہيں۔

ضروري نہيں ہے کہ انسان ايک مدت تک گناہوں ميں غرق رہے تب ہي گناہوں کا احساس کر سکتا ہے بلکہ گناہ، گناہ ہے خواہ ايک گناہ ہو يا گناہوں کا انبار۔ گناہ کو قطعاً حقير نہيں سمجھنا چاہيے۔ روايت ميں ''استحقار الذنوب'' کے عنوان سے ايک باب ہے جس کے تحت گناہوں کو حقير فرض کرنے کي شديد مذمت کي گئي ہے۔ خدا کے مغفرت کرنے کي وجہ يہ نہيںہے کہ گناہوں کي کوئي حيثيت نہيں ہے لہذا وہ معاف کريگا بلکہ اسکي وجہ يہ ہے کہ انسان اس کے ذريعے خدا تک واپس آسکتا ہے اور خدا تک برگشت نہايت اہم ہے کہ روايات ميں جس کے لئے نہايت تاکيد کي گئي ہے۔

بہر حال حقيقتاً وہي استغفار قابل ستائش ہے جو حقيقي اور دل کي گہرائيوں سے ہو۔ زبان سے توبہ اور استغفار کرنے سے کچھ حاصل نہيں ہو سکتا ۔ استغفار کي شرط يہ ہے کہ انسان اپنے گناہ پر شرمندہ ہو اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا قوي ارادہ رکھتا ہو۔ روايت ميں وارد ہوا ہے: ''من استغفره بلسانه و لم يندم بقلبه فقد استحضري بنفسه'' يعني جو شخص زبان سے اسغفار کرے اور دل سے شرمندہ اور نادم نہ ہو ايسا شخص در حقيقت اپنے نفس کي تضحيک کرتا ہے۔ يہ استغفار نہيں ہے۔ استغفار سے مراد يہ ہے کہ انسان واقعي خداوند عالم کي طرف برگشت کرے اور اس کي بارگاہ ميں دعا کرے کہ وہ اس کے گناہوں کو بخش دے۔

دعا ایمان کو قوي اور الهي وعدوں کوپورا کرتي ہے

دعا انسان کو خدا سے نزدیک کرتي ہے۔ معارف دیني کو انسان کے دل میں اثر انداز اور قائم رکھتي ہے۔ دعا ایمان کو قوي کرتي ہے یعني دعا کئي زاویوں سے برکتوں اور رحمتوں کي حامل ہوتي ہے۔یہي وجہ ہے کہ قرآن مجید میں بارہا دعا اور بندگان صالح کے ذریعے کي گئي دعاؤں سے متعلق گفتگو کي گئي ہے۔ انبیائے الهي مسائل و مشکلات کے وقت خدا کي بارگاہ میں دعا کرتے تھے۔ خدا سے مدد کي التماس کرتے تھے۔ ''فدعا ربه اني مغلوب فانتصر'' جو حضرت نوح سے منقول شدہ دعا ہے یا حضرت موسيٰ کي زباني قرآن فرماتا ہے: ﴿''فدعا ربه ان هٰولاۓ قوم مجرمون﴾''۔

قرآن کریم میں خداوند عالم نے متعدد آیتوں میں دعاؤں کي قبولیت اور استجابت کا وعدہ فرمایا ہے مثلاً: ﴿''وقال ربکم ادعوني استجب لکم'﴾'یعني تمہارے پروردگار نے فرمایا ہے کہ مجھ سے دعا مانگو میں تمہاري دعاؤں کو مستجاب کروں گا۔ اسي طرح ایک دوسري آیت میں ارشاد ہوتا ہے: ﴿''وسئلوا الله من فضله ان الله بکل شئي علیماً﴾''یعني اگرچہ خدا عالم ہے اور ہماري حاجتوں سے آگاہ بھي ہے مگر اس کے باوجود تم خدا سے طلب کرو۔ دعائے ابو حمزہ ثمالي میں امام سجاد اسي طرف اشارہ فرماتے ہیں: ''ولیس من صفاتک یا سیدي ان تامر باموال و تمنع العطیة''پروردگار تیري یہ صفت نہیں ہے کہ اپنے بندوں کو طلب کرنے کا حکم دے اور ان کے طلب کرنے پر انہیں عطا نہ کرے یعني خدا کے کرم اور اس کي قدرت کا مفہوم یہ ہے کہ اگر وہ کہتا ہے کہ مجھ سے طلب کروتو در حقیقت اس نے ارادہ کرلیا ہے کہ استجابت بھي کرے۔ ''واذا سئلک عبادي عني فاني قریب اجیب دعوة الداع اذا دعان'' ۔یعني جب بھي میرے بندے آپ سے میرے بارے میں سوال کریں تو اے پیغمبر آپ کہدیجئے کہ میں ان کے قریب ہي ہوں ان کي دعاؤں کو سنتا اور استجاب کرتا ہوں۔ اگر کوئي شخص خدا سے کچھ طلب کرتا ہے تو فوراً اس کو حاصل ہو جاتا ہے: ''بکل مسئلۃ منک سمع حاضر و جواب عتید'' یہ خدا کا قطعي اور سچا وعدہ ہے یعني خدا ہر طلب و دعا کا جواب دیتا ہے لیکن اس وعدے کے ساتھ کچھ شرائط بھي ہیں جن میں سے ایک عمل صالح ہے: ''من عمل صالحاً فلنفسه و من اساۓ فعلیه'' ۔ قرآن مجید میں خدا نے اپنے بندوں سے جا بجا وعدے فرمائے ہیں۔ مثلاً: ''انا لا نضیع اجر من احسن عملاً''یعني جو شخص کار خیر انجام دیتا ہے خدا اس کي جزا اور اجر کو ضائع نہیں کرتا ہے۔ ایک جگہ فرماتا ہے: ''من کان یرید العاجلة عجلنا له فیها ما نشاۓ لمن یرید''یعني اگر کوئي انسان دنیا کو اپنا ہدف بنا لے تو ہم اس کے ہدف تک رسائي میں اس کي مدد کرتے ہیلیکن کب ؟ جب وہ کوشش کرے، جستجو کرے اقدام کرے اور آگے بڑھے۔ اس کے بعد فرماتا ہے: ''و من اراد الآخرة و

سعي لها سعيها و هو مومن فاولئک کا ن سعيهم مشکوراًکلاً ۔۔۔هولاءٔ و هولاءٔ'' اس آيت ميں فرماتا ہے کہ جو لوگ آخرت کي خواہش کرتے ہيں اور اس سلسلہ ميں سعي و کوشش کرتے ہيں ہم ان کي بھي مدد کرتے ہيں۔

ايک آيت ميں دنيا کا تذکرہ ہے اور دوسري ميں آخرت کا اور دونوں ميں شرط يہ ہے کہ سعي و کوشش کي جائے۔ اگر انسان سعي و کوشش کرے تو خداوندعالم يقينا اسے اس کے مقصد تک پہنچاتا ہے۔ يہ سنت الٰہي ہے۔ خدا کسي کي بھي زحمتوں اور کوششوں کو رائيگاں نہيں جانے ديتا۔

خداوندعالم ايک دوسري آيت ميں يوں وعدہ فرماتا ہے: ﴿''وعد الله الذين آمنوا منکم و عملوا الصالحات ليستخلفنهم في الارض کما يستخلف الذين من قبلهم''﴾۔کوئي بھي قوم اگر عمل صالح انجام دے تو خدا اس قوم کو زمين پر خليفہ بنا دے گا ساري زمين کي قدرت اس قوم کے ہاتھ ميں ہوگي۔ ليکن شرط يہ ہے کہ ايمان کے ساتھ ساتھ عمل صالح بھي ہو ورنہ فقط ايمان کي کوئي اہميت نہيں ہے۔ فقط ايمان سے کوئي نتيجہ حاصل نہيں ہو سکتا۔

ايک ديگر آيت کريمہ ميں خداوندعالم وعدہ فرما رہا ہے: ﴿''و الذين جاهدوا فينا لنهدينهم سبلنا﴾'' يعني اگر کوئي راہ خدا ميں قدم اٹھائے تو خدا يقينا اس کي راہنمائي کرے گا۔

البتہ ضروري نہيں ہے کہ دعا ہميشہ معجزاتي طور پر قوانين الٰہي کو توڑتي ہوئي مستجاب ہو بلکہ دعا کا خاصہ ہے کہ دعا قوانين طبيعي کے دائرے ميں قبول ہوتي ہے۔ وعدہ خدا حق ہے ليکن يہ وعدہ بھي حق ہے کہ اگر انسان اپنے ہدف تک رسائي کے لئے عملي اقدام نہ کرے اور فقط بارگاہ الٰہي ميں دعا کرتا رہے تو دعا قبول نہيں ہوگي۔ ہو سکتا ہے کسي اور وجہ سے مستجاب ہو جائے ليکن استجابت کي کوئي ضمانت نہيں ہے۔ قوانين طبيعي کے خلاف دعا کي کوئي ضمانت نہيں ہوتي ہے۔ کبھي کبھي ايسا بھي ہوتا ہے کہ دعا قوانين طبيعي کي مخالفت کے باوجود بھي قبول ہو جاتي ہے ليکن ايسا بہت ہي کم ہوتا ہے۔ جب دعا دل کي گہرائيوں اور پوري توجہ کے ساتھ کي جائے اور اگر ايسي دعا ميں عملي اقدام بھي شامل ہو جائے تو دعا کي استجابت کے امکانات نہايت روشن ہو جاتے ہيں۔ ساتھ ہي اگر قدرت خدا سے مايوس نہ ہوتے ہوئے مستقل دعا کي جاتي رہے تو بھي قبوليت دعا قوي ہو جاتي ہے۔ لہٰذا اگر بار بار دعا کرنے پر بھي کوئي حاجت پوري نہ ہو تو مايوس نہيں ہونا چاہيے مخصوصاً ملک و قوم سے متعلق مسائل ميں۔ جس وقت فرعون کي ظالمانہ اور استکباري حکومت ميں حضرت موسيٰ متولد ہوئے تو آپ کي والدہ گرامي نہايت شش و پنج ميں مبتلا تھيں کيونکہ يہ واضح اور مسلم تھا کہ اس ملک ميں پيدا ہونے والا ہر لڑکا قتل کر ديا جائے گا۔ اگر حضرت موسی کي جگہ کوئي لڑکي پيدا ہوئي ہوتي تو آپ کي والدہ قطعاً پريشان نہ ہوتيں۔ بہرحال ايک طرف ماں کي محبت اور دوسري طرف فرعون کا حکم۔ اسي درميان خدا کي جانب سے مادر موسيٰ پر وحي ہوئي: ''﴿واوحينا الي ام موسيٰ ان ارضعيه﴾'' يعني ہم نے مادر موسيٰ کي طرف وحي کي کہ موسيٰ کو دودھ پلائيں۔ ''فاذا خفت عليه فالقيه في اليهم'' پس اگر خطرہ محسوس کرو تو صندوق ميں رکھ کر دريا کے حوالے کردو۔ خداوندعالم نے قرآن مجيد ميں

متعدد مقامات پر اس واقعہ کو نقل کیا ہے اور ہر بار ایک نئي ظرافت اور لطافت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ الغرض مادر موسيٰ نے خطرے کا احساس کرتے ہي بچے کو دریائے نیل کے حوالے کر دیا۔ عجیب و غریب کیفیت ہے کہ ایک ماں اپنے نو مولود بچے کو دریا کے حوالے کر دے لیکن خدا نے مادر موسيٰ سے اس طرح فرمایا: ''﴿انا رادوہ الیک و جاعلوہ من المرسلین﴾'' اس آیہ کریمہ میں خدا نے مادر موسيٰ سے دو وعدے فرمائے۔ پہلا یہ کہ اس بچے کو واپس کر دیں گے اور دوسرا یہ کہ اس بچے کو مرسلین میں سے قرار دیں گے۔ جب بچے کو دریا میں بہا دیا گیا تو خواہر موسيٰ سے کہا: ''﴿وقالت لاختہ قصیہ﴾'' جاؤ دیکھو کیا ہو رہا ہے! جیسے ہي صندوق فرعون کے محل کے نزدیک سے گزرا: ''﴿فالتقتہ آل فرعون﴾'' فرعون کے خانوادے نے صندوق باہر نکال لیا۔ اُدھر خدا نے خانوادہ فرعون کے دل میں یہ بات ڈال دي کہ اس بچے کي پرورش کرے۔ فرعون کي زوجہ، آسیہ نے کہا کہ کیا اچھا ہوگا اگر ہم اس بچے کي پرورش کر لیں۔: ''قرة عیني لي و لک و حرمنا علیه المواضع''۔ بچے نے دودھ پینے سے انکار کر دیا لاکھ کوشش کي گئي مگر جناب موسيٰ نے دودھ نہیں پیا۔ اس درمیان خواہر موسيٰ آگے بڑھیں اور کہا: ''هل ادلکم علي اهل بيت يکفلونه لکم ''آیا میں ایسے گھرانے کي نشاندہي کروں جو تمہارے لئے اس بچے کي پرورش کر دے۔

اگر خداوند عالم ارادہ کر لے تو اسطرح حالات و کوائف کو کسي کے بھي حق میں ڈھال دیتا ہے۔ خواہر موسيٰ کو اس بات پر مامور کر دیا کہ وہ اپنے اندر شجاعت پیدا کریں اور فرعون کے محل تک آجائیں اور فرعون کے سامنے اس طرح کي تجویز رکھیں۔ فرعون نے مثبت جواب دے دیا۔ خواہر موسيٰ گئیں اور مادر موسيٰ کو اپنے ساتھ لے آئیں۔ جیسے ہي موسيٰ نے اپني ماں کي خوشبو محسوس کي فوراً دودھ پینا شروع کر دیا۔ یہ ہے قدرت خدا! فرعون اور فرعونیوں کے ذہن و گمان میں قطعاً ایسي کوئي بات پیدا نہیں ہوئي کہ یہي موسيٰ کي حقیقي ماں ہو سکتي ہے۔ خدا اس طرح اپنا وعدہ پورا کرتا ہے: '﴿'فرددناہ الي امه﴾'' ہم نے اس بچہ کو اس کي ماں کي طرف پلٹا دیا۔ ﴿''کي تقر عینها ولا تحزن﴾'' تاکہ ان کي آنکھوں کي ٹھنڈک انہیں حاصل ہو جائے اور وہ غمزدہ نہ ہوں۔ ''﴿ولتعلم ان وعد الله حق﴾'' ساتھ ہي یہ بھي جان لیں کہ خدا کا وعدہ حق رہتا ہے۔ یہ وہ وعدہ ہے جس کو خود مادر موسيٰ نے اپني آنکھوں سے دیکھ لیا تھا لیکن دوسرا وعدہ: '' ﴿و جاعلوا من المرسلین﴾'' یہ وہ وعدہ تھا جو مادر موسيٰ سے بعثت موسيٰ کے متعلق کیا گیا تھا جو برسوں کے بعد محقق ہونے والا تھا۔ اس وعدہ کے تحت جناب موسيٰ بطور رسول مبعوث ہونے والے اور بني اسرائیل کو فرعون کے ظلم و جور سے نجات دلانے والے تھے۔ تاریخي مسلمات کي رو سے یہ وعدہ بھي تقریباً چالیس سال کے بعد پورا ہوا اور جناب موسيٰ نے بني اسرائیل کو راہ نجات کي طرف ہدایت فرمائي۔

خدا اپنے وعدے اس طرح پائے تکمیل تک پہنچاتا ہے۔ خداوند عالم مسلمانوں کو فاتح و ظفریاب دیکھنا چاہتا ہے لیکن کب؟ اسي وقت جب مسلمان خواب غفلت سے بیدار ہوں۔ اٹھیں اور اس سلسلہ میں سعي و کوشش کریں۔ وعدہ الہي یہ ہے کہ اگر کوئي قوم راہ خدا میں جہاد کرے اور با ایمان بھي ہو تو یقیناً فتح یاب ہوگي۔ ''﴿ولما رآي المومنون الاحزاب قالوا هذا ما وعدنا الله و

رسوله و صدق الله و رسوله﴾''جس وقت جنگ احزاب میں قریش، سقیف، یہودیوں اور دوسرے مختلف گروہوں نے ایک ساتھ مدینے کا محاصرہ کر لیا اور مسلمانوں پر حملہ کردیا تھا اس وقت خود مسلمان دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے تھے۔ ایک گروہ مومنین پر مشتمل تھا اور دوسرا غیر مومنین پر۔ غیر مومنین کہہ رہے تھے:''﴿ما وعدنا الله و رسوله الا غروراً﴾''یعني ہم فریب کھا گئے ہیں ۔اسلام ہمارے امن و امان اور عزت کي حفاظت نہیں کرسکا۔ دوسري طرف مومنین کا گروہ تھا جو یہ کہہ رہا تھا:﴿''ھذا ما وعدنا الله و رسوله﴾''یعني یہ وہي وعدہ ہے جو خود خدا اور اس کے رسول نے ہم سے کیا تھا۔ وعدہ خدا و رسول اس واقع طرح ہوتا ہے:﴿''ان الذین آمنوا یقاتلون في سبیل الله و الذین کفروا یقاتلون في سبیل الطاغوت﴾''وہ لوگ جو مومن ہوتے ہیں راہ خدا میں جہاد کرتے ہیں اور وہ لوگ جو ایمان نہیں رکھتے راہ طاغوت میں جہاد کرتے ہیں۔ اگر مسلمان میدان جنگ میں ڈٹا رہے اور خدا کي قدرت سے مایوس نہ ہو تو یقینا فتح اسي کي ہوگي لیکن اگر مایوس اور پسپا ہوگیا تو وعدہ خدا بھي بہر حال پورا نہیں ہوگا۔ پس اگر دشمن حملہ کردے تو تعجب کا مقام نہیں ہے بلکہ یہ تو وعدہ الہي ہے جوپورا ہو رہا ہے:

''ھذا ما وعدنا الله و رسوله و صدق الله و رسوله ما زادھم الا ایماناً و تسلیماً''۔

تمام شد

فہرست

فصل اول: ٤

تقويٰ ٤

تقوي کے معني ٤

متقين کي عاقبت ٥

تقوي ،زندگي کے تمام شعبوں ميں موثر ہے ٥

تقوي کے ذريعے انسان صراط مستقيم پر باقي رہ سکتا ہے ٥

تقوي تمام برکات کا سرچشمہ ہے ٧

تقوي کے ذريعے ہي قدرت خدا کا حصول ہوسکتا ہے ٧

فصل دوم: ٩

اخلاص ٩

اخلاص کے معني ٩

اخلاص: اہم ترين اسلحہ ١٠

اسلامي انقلاب کي بقائ اور دوام کا سرچشمہ صرف اور صرف اخلاص ہے ١٠

اخلاص اور ايثار ہي اسلامي انقلاب کے موجد ہيں ١١

ارادہ اور ايمان ہر طرح کے اسلحہ اور طاقت پر غالب ہوتے ہيں ١١

اخلاص اور قرب خدا : امام خميني ٢ کي کاميابي کا راز ١٢

ہميں چاہيے کہ حضرت علي سے اخلاص کا درس حاصل کريں ١٢

فصل سوم: ١٣

ذکر و نماز ١٣

انسان كيلئے تاريكي اور جہالت سے نكلنے كا واحد راستہ نماز ہے.......... ۱۳

نماز سكون قلب كي باعث ہے.......... ۱۳

اہتمام نماز.......... ۱٤

نماز: دين كا ستون.......... ۱۵

انسان كو ہميشہ نماز كي ضرورت.......... ۱۵

عبادت رسول اسلام.......... ۱٦

فصل چہارم:.......... ۱۷

اخلاق.......... ۱۷

اخلاقي انقلاب.......... ۱۷

مسائل بشر.......... ۱۷

معاشرے كے بنيادي ستون.......... ۱۸

طالب علم اور خود سازي.......... ۱۸

اخلاق تمام امور كي بنياد ہے.......... ۱۸

راہ امام خميني ٢.......... ۱۹

انساني كمال خواہشات نفساني سے مقابلہ ہے.......... ۱۹

تحول اخلاقي جوانوں كے لئے آسان ہے.......... ۱۹

انقلاب ، معنويات اور اخلاق اسلامي كے بغير ناممكن ہے.......... ۲۰

اخلاق، بعثت كا ايك اہم پيغام.......... ۲۱

اخلاق حسنہ.......... ۲۱

اخلاق كے اثرات وثمرات.......... ۲۲

معنویت اور اخلاق سے عاري علم ایٹم بم کے مانند ہے.. ۲۲

فصل پنجم:.. ۲۳

ایمان.. ۲۳

ایمان کي علامتیں.. ۲۳

اسلامي انقلاب کے عوامل.. ۲٤

اس طرح آہستہ آہستہ یہ قصہ یہیں ختم ہو جاتا ہے ۔... ۲۵

ہمارے معاشرے کي سعادت کا راز خدا پر ایمان... ۲۷

خدا پر ایمان اسلامي فوج کا امتیاز.. ۲۸

خدا کے ساتھ رابطے کي برقراري ہم سب کي ذمہ داري ہے..................................... ۲۸

ایماني قوت کے مقابل استکباري قوت کي کوئي حیثیت نہیں ہے................................ ۲۹

نصرت خدا اور مومنین پر اعتماد... ۲۹

اسلام پر ایمان... ۳۰

اسلامي انقلاب اور خدا پر ایمان... ۳۱

قربت خدا اور ہماري اسلامي حکومت.. ۳۱

حیات طیبہ اور اسلام.. ۳۲

اسلام اور حیات طیبہ.. ۳۳

اسلام میں انساني رشد و کمال کے تمام عناصر کا وجود.. ۳٤

اسلام کسي ایک زمانے سے مختص نہیں.. ۳۵

اسلام اور عالم اسلام کے مسائل... ۳۵

اسلام باعث عزت و افتخار... ۳٦

اسلام محمدي اور امريکي اسلام ۳۶

اسلام کي عادلانہ حاکميت ۳۷

انسانيت کو اسلام محمدي کي ضرورت ۳۷

اسلامي انقلاب اور دنيا کي بيداري ۳۷

بندہ خدا بندہ انسان نہيں ہو سکت ۳۸

صرف مذہب ہي موجودہ دنيوي مسائل کا حل ہے ۳۸

اسلام محور اصلي ۳۹

اسلامي معاشرہ لوگوں کي عزت کا سبب ہے ۳۹

آئندہ زمانہ اسلام کا زمانہ ہے ٤۰

اسلام مسلمانوں کي خود شناسي کا سبب ہے ٤۰

ہمارا سب کچھ اسلام کي برکت سے ہے ٤۱

اسلام مسلمان قوموں کي راہ نجات ہے ٤۲

اسلامي انقلاب يعني صالح افراد کي تربيت ٤۲

احکام اسلامي کي پيروي ٤۲

اسلامي برکات ٤۲

اسلام عالمي استکبار کا شديد مخالف ہے ٤۳

قرب خدا اور توکل بر خد ٤۳

اسلامي انقلاب کي بنياد الہي اقدار پر ہے ٤٤

معنويت اور نظام جمہوري اسلامي ٤٥

فصل ششم ٤٦

مناجات و استغفار.. ٤٦

استغفار... ٤٦

غفلت استغفارکي راہ ميں پہلي رکاوٹ ہے.. ٤٨

غرور و تکبر راہ استغفار ميں دوسري رکاوٹ ہے ٤٩

دعا ايمان کو قوي اور الهي وعدوں کو پورا کرتي ہے.. ٥٠